وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (سورة النحل ۱۲۵)

اور (اے رسول!) ان سے بحث کا سب سے بہترین انداز اختیار کیجیے

مُلحِدین، مُتشکّکین اور مُعترضین اسلام سے

گفتگو کے اصول

حسب ہدایت

مشفق و مکرم حضرت الاستاذ مفتی محمد اسلم صاحب دامت برکاتہم

استاذ تفسیر و حدیث مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ

(مفتی) محمد جنید قاسمی

نگران

ادارہ ادب الاطفال، امروہہ (یوپی)

دار الکتاب دیوبند

﴿وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔﴾ (النحل:۱۲۵)

اور (اے رسول!) ان سے بحث کا سب سے بہترین انداز اختیار کیجیے۔

ملحدین، متشککین اور معترضین اسلام سے

گفتگو کے اصول

حسبِ ہدایت:

مشفق و مکرم حضرت الاستاذ مفتی محمد اسلم دامت برکاتہم العالیہ

استاذِ تفسیر و حدیث

مدرسہ اسلامیہ عربیہ، جامع مسجد، امروہہ

(مفتی) محمد جنید قاسمی

نگراں

ادارہ ادب الاطفال، امروھہ (یو۔پی۔)

اشاعت کی عام اجازت ہے

- کتاب کا نام: ملحدین، متشککین و معترضین اسلام سے گفتگو کے اصول
- مرتب: مفتی محمد جنید قاسمی
- سن اشاعت: صفر ۱۴۴۵ھ–اگست ۲۰۲۳ء
- صفحات: 112
- ناشر: دارالکتاب، دیوبند
- تقسیم کار: ادارہ ادب الاطفال، محلہ ملانا، امروہہ

ضروری گذارش

دین اسلام کا دفاع ایک اہم دینی فریضہ ہے اور موجودہ وقت کا بہت ضروری تقاضا ہے، اسی لیے اس اہم فریضے کی ادائیگی میں حسب توفیق حصہ لیں اور اس کتاب کو چھپوا کر علماء و طلبہ میں تقسیم کریں۔

اشاعت کے خواہش مند حضرات مندرجہ ذیل ای۔ میل پر رابطہ کریں۔

[junaidjunaid6139@gmail.com]

ملنے کے پتے:

- ادارہ ادب الاطفال، محلہ ملانا، امروہہ
- مکتبہ فاروق، شاملی
- دارالکتاب، دیوبند
- دیوبند کے ہر بڑے کتب خانے میں دستیاب

فہرست

بابِ دوم

بابِ سوم 75-104

بابِ چہارم 105-112

پیش لفظ

نحمدہ و نصلّي علی رسولہ الکریم۔۔۔ أمّا بعد!

اسلام اور اس کی کلیات و جزئیات کے خلاف اُٹھائے جانے والے بے ہودہ اعتراضات و شُبہات کا بڑے پیمانے پر "پرچار و پرسار" کیا جارہا ہے، میڈیا اور سوشل میڈیا کے ذریعے یہ اسلام مخالف، اعتراضات و شبہات گھر گھر پہنچ چکے ہیں، مسلمانوں کو وجود باری، صفاتِ الٰہی، نبوت و رسالت، حُجّیتِ حدیث و سنت جیسے ثابت شُدہ حقائق کے تعلق سے شُکوک و شُبہات میں مبتلا کیا جارہا ہے، ہزاروں کتابیں ایسی لکھی جاچکی ہیں، جن میں رسالت مآب ﷺ کی کردار کشی کی گئی، قرآن و سنت سے خود ساختہ مفاہیم اخذ کیے گیے اور اسلام کی واضح و صاف و شفاف اور رحیانہ تعلیماتِ حقہ کو مسخ کرکے دنیا کے سامنے اس طرح رکھا جارہا ہے کہ ایک بڑا طبقہ مسلمانوں اور غیر مسلموں میں ایسا پیدا ہو گیا ہے، جو اِن فریب کاریوں اور دجل سنجیوں سے اثر لے کر اسلام اور مسلمانوں سے متنفر ہو گیا ہے، "ایکس مسلم (Ex-Muslim)" یعنی سابقہ مسلمانوں اور مرتدین کا گروہ وجود میں آگیا ہے، جنہیں فسطائی طاقتوں کا تحفظ حاصل ہے اور وہ قانون اور آئینِ ہند کی پرواہ نہ کرتے ہوئے سوشل میڈیا پر علی الاعلان مسلمانوں کے بزرگوں کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور اسلام پر طرح طرح کے باطل دعاوی و اعتراضات کرتے ہیں، اسلام کے خلاف اس نظریاتی اور متعصبانہ مہم کے دام تزویر سے متاثر ہونے والے سادہ لوح افراد کا دائرہ وسیع تر ہوتا جارہا ہے، اس نازُک صورتِ حال میں ضروری ہے کہ اہل علم آگے آئیں اور اسلام پر مسلمانوں کا اعتماد بحال کریں اور ظاہر ہے کہ فکری میدان میں مدافعینِ اسلام کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مخالفین کے نظریات و عقائد اور طریقۂ استدلال سے واقفیت حاصل کریں، اس کتاب میں راقم الحروف نے ایسے اصول ذکر کر دیے ہیں، جن کو سامنے رکھ کر ایک عام قاری بھی

ملحدین و معترضین کے اسلام مخالف شُبہات و استدلالات میں پوشیدہ بنیادی خامیوں و غلطیوں کی گرفت کر سکے گا۔

واضح رہے کہ "ملحدین و متشکین اور معترضین اسلام سے گفتگو کے اصول" کوئی مستقل کتاب نہیں؛ بلکہ مختلف کتابوں کے مطالعے کے دوران راقم الحروف نے کچھ نوٹس بنائے تھے، جنہیں مخلص احباب نے دیکھا، تو افادۂ عام کے لیے طباعت پر اصرار کیا، اس کتاب میں انہی نوٹس کو یکجا کر دیا گیا ہے،

جن کتابوں کو پڑھنے کے دوران یہ نوٹس بنائے تھے، ان میں مختلف کتب و رسائل شامل ہیں جیسے:

احتراق العقل (از د. ابراہیم)، منهج القرآن الكريم في دحض شبهات الملحدين، (از افنان بنت حمد بن محمد الغماس)، بؤس التلفيق، تناقضات منهجية، (از یوسف سمرین)، أفي النبوة شک، (از د. سامیہ بنت یاسین البدری)، المرأة بين الداروينية والالحاد، (از یوسف سمرین)، دلالة العقل علي ثبوت السنة، (از محمد خلیفہ رباح)، نقد اشكالات هيوم على مفهوم المعجزة، (از رضا زیدان)، لماذا نحن هنا، (از اسماعیل عرفہ)، أقوى براهين في الرد على الالحاد، (از جون لنکس (عربی))، أسس غائبة ٢٥ مسألة في مشكلة الشر، (از احمد حسن)، اصول الخطا في الشبهات المثارة ضد الاسلام، (از احمد بن یوسف سید)۔

کتابِ ہذا میں مذکور دوسرے باب کے اصول اسی کتاب سے مستفاد ہیں:

كيف تحاور ملحدا، (از آمین بن عبد الہادی خربوعی)، ستیارتھ پرکاش، (از پنڈت دیانند سرسوتی)، گلوبلائزیشن اور اسلام، (از مفتی یاسر ندیم الواجدی دامت برکاتہ)، عیسائیت کیا ہے؟ (از مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہ)، کلام رب العالمین بجواب قرآن کے مصنفین (پیشکش: الحاد ڈاٹ کام)، الإنتباهات المفيده، (از مولانا اشرف علی تھانویؒ)، انسان، اسلام اور مغربی مکاتبِ فکر، (از ڈاکٹر علی شریعتی)، اسلامی حدود و تعزیرات کے

متعلق مستشرقین کی آراء کا تحقیقی جائزہ، (از عمر بن مساعد)، فکرِ استشراق، (از ڈاکٹر محمد شہباز مُنج)، اسلام اور مستشرقین، (از ڈاکٹر حافظ محمد زُبیر)، مابعد جدیدیت اور اسلام، (از احمد ندیم گہلن)

اس میں کچھ انگریزی کُتُب بھی شامل ہیں:

Faith of the fatherless (The Psychology of Atheism), (by Paulc. Vitz),

The Tyranny of science, (by Paul Feyerabend),

Born Believers, (by Justin L . Baret)

اور ان کے علاوہ بہت سی کُتُب کو پڑھ کر میں نے یہ نوٹس تیار کیے تھے، اب افادۂ عام کی غرض سے یہ نوٹس طباعت کے مراحل سے گذر کر آپ کے ہاتھوں میں ہیں، کتاب کو چند ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے، بابِ اوّل میں بالاختصار اِن نظریات واَفکار کو ذکر کر دیا گیا ہے، جن کے حاملینِ اسلام کے خلاف اعتراضات پیش کرتے ہیں، بابِ دوم میں صاحبانِ ادیانۂ باطلہ سے گفتگو کے اصول ذکر کیے گیے ہیں، یہ اصول مرحلہ وار ذکر کیے گیے ہیں اور ایک کا سمجھنا دوسرے پر موقوف ہے کہ تمام اصولوں کے درمیان ایک ربط ہے، اصولوں کو سمجھانے کے لیے مختلف مثالوں کو لکھا گیا ہے، تیسرے باب میں شُبہاتِ جدیدہ میں نمایاں استدلالی غلطیوں کی نشان دہی کی گئی ہے اور چھوتے باب میں اِن حربوں اور مغالطوں کو بیان کیا گیا ہے، جو اکثر وبیشتر ملحدین، دورانِ گفتگو استعمال کرتے ہیں۔

آخر میں قارئین سے درخواست ہے کہ کتاب کسی حد تک مفید ہو، تو راقم الحروف کو دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔

اظہارِ تشکر:

لوگ، جو ہم پر احسنات کرتے ہیں، در اصل اللہ رب العزت کی مرضی اور اس کے تصرف سے ہی کرتے ہیں، اسی لیے اصل شکر گذاری تو اسی کا حق ہے؛ تاہم،

اللہ تعالیٰ کے احسانات کا واسطہ بننے والے اکابرین و اساتذہ اور مخلص دوست و احباب کا شکریہ ادا کرنا اور اُن کی سپاس گذاری بھی بالطبع ہم پر اخلاقی طور پر فرض ہے اور کیوں نہ ہو کہ بندگانِ الٰہی کی احسان مندی کے بغیر خدائے تعالیٰ کی شکر گذاری کی توفیق نہیں ملتی؛ چناں چہ رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”لَا يَشْكُرُ اللهَ مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ۔“، یعنی ”جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا، اللہ کا (بھی) شکر ادا نہیں کرتا۔“ (سنن ابی داؤد: ۴۸۱۱، کتاب الادب، باب فی شکر المعروف)

اسی لیے میں ان سبھی مخلص احبابؔ کا تہِ دل سے شکر گذار ہوں، جنہوں نے کتاب کی تیاری میں تعاون دیا، میں استاذِ محترم ”جناب مفتی اسلم صاحب، دامت برکاتہ (استاذِ تفسیر و حدیث، مدرسہ اسلامیہ عربیہ، جامع مسجد امروہہ)“ کا بھی شکر گذار ہوں کہ حضرتِ والا کی ہی حوصلہ افزائی اور تعاون کے سبب کتاب تیار ہو پائی۔

میں مناظرِ اسلام مدافعِ قرآن و سنت ”جناب ڈاکٹر یاسر ندیم الواجدی، دامت برکاتہ“ اور ”حضرت مولانا مفتی محمد موسیٰ قاسمی مفتاحی پلڑوی، مجاز محسن الامت حضرت مولانا عمران صاحب کاندھلوی مدظلہ“ کا بھی شکر گذار ہوں کہ ان حضرات نے ہمت افزائی کے ساتھ ساتھ کتاب کی طباعت کی بھی ذمہ داری لی، آخر میں ان تمام اکابر عظام کی خدمت میں تشکر بجالاتا ہوں، جنہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر کتاب پر تائیدی کلمات تحریر فرمائے کہ ان اکابرین کی تائید کام میں برکت اور عند اللہ مقبولیت کی علامت ہے، ان علماء خیر کا بھی شکریہ، جنہوں نے کتاب کے بارے میں زبانی مسرت کا اظہار فرمایا، رب العالمین ان تمام اکابرین و مخلصین کا سایہ دراز فرمائے اور انہیں اپنی شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کتاب کو مقبول خواص و عام بنائے۔ آمین۔

❑○❑

ہدیۂ تبریک

حضرت مولانا مفتی محمد عفان منصور پوری دامت برکاتہم

صدر المدرسین، جامع مسجد، امروہہ

نحمده ونصلّي على رسوله الكريم۔۔۔أمّا بعد!

موجودہ دور میں امّت مسلمہ کے لیے سب سے بڑا چیلنج دین وایمان کا تحفظ اور نسلِ نو میں بڑھتی ہوئی بے دینی، الحاد اور زندقہ کے سیلاب بلاخیز پر روک لگانا ہے۔ آج کے مسلم نوجوانوں کا خاصّاً طبقہ، دین ومذہب کی بنیادی معلومات سے نابلد ہونے اور نام نہاد سوشل میڈیائی مفکرین سے متأثر ہونے یا اُن سے رابطے میں آنے کے بعد ایسے ایسے افکار وخیالات کا حامل بن جاتا ہے، جن کو زبان پر لانے کی ہمّت بھی نہیں ہوتی؛ چناں چہ اسکول میں پڑھنے والی ایک مسلم بچی کے سلسلے میں معلوم ہوا کہ وہ اپنی سہیلیوں سے گفتگو میں یہ کہتی ہے: کہ "جب اللہ کو ہم نے دیکھا ہی نہیں، تو ہم اُن کے وُجود کو کیسے تسلیم کریں؟" اسی طرح قرآن مقدس کے کلامُ اللہ ہونے پر وہ برملا عدمِ یقین کا اظہار کرتی ہے، اس کے علاوہ وہ تمام شُکوک وشُبہات، جو ملحدین کی جانب سے پیش کیے جاتے ہیں، اس کی زبان سے سُنے گئے، یہ صورتِ حال قومِ مسلم کے لیے لمحۂ فکریہ ہے اور اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ نئی نسل کتنی تیزی کے ساتھ کس راہ پر گامزن ہے؟

سخت ضرورت ہے اس بات کی کہ اپنے سماج میں معتقداتِ شرعیہ اور قوانینِ اسلامی کے سلسلے میں اعتماد کی ایسی فضاءعام کی جائے کہ عقلی طور پر بھی مسلمان مردوں اور عورتوں کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے کہ اسلامی عقائد واُصولِ فطرت اور عقلِ سلیم کے ہم آہنگ ہیں اور وہ کسی طرح کے شُکوک وشُبہات میں مبتلا ہونے کے بجائے اطمینان کی کیفیت سے متصف ہوسکیں۔

باعثِ مسرت ہے کہ اس موضوع پر عزیز القدر مفتی محمد جنید سلمہٗ، نگراں ادارۂ ادب الاطفال، امروہہ نے محنت کی اور بہت قیمتی معلومات کا ذخیرہ مرتب انداز میں اس کتاب کے اندر جمع کر دیا، کتاب کا نام ھے: "ملحدین، متشککین اور معترضین اسلام سے گفتگو کے اصول"، موصوف نے کتاب کو چار ابواب میں تقسیم کیا ہے: پہلا باب: قدیم و جدید مذاہب و نظریات کے بیان میں۔ دوسرا باب: صاحبانِ ادیانِ باطلہ سے گفتگو کے اصول۔ تیسرا باب: شُبہاتِ جدیدہ میں پائی جانے والی استدلالی غلطیاں۔ چوتھا باب: دورانِ گفتگو ملحدین و معترضین کی جانب سے استعمال کیے جانے والے حیلے حربوں اور مغالطوں کا بیان اور اُن سے تعامل کا طریقہ۔

کتاب کے نام اور ابواب کے عناوین سے بہ آسانی موضوع کی وُسعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، جس کا احاطہ کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔

طبقۂ اہلِ علم کو اس مواد کا مطالعہ کرنا چاہیے، پھر نسلِ نو تک اِن پیغامات کو آسان زبان میں پہنچانے کی سعی کرنی چاہیے؛ تاکہ ہمارے نوجوان اپنے مذہبی عقائد و اُصول کے سلسلے میں ایسے پُر اعتماد اور مطمئن ہوں کہ باطل گروہ اُن کو اپنے دامِ تزویر میں پھانس کر راہِ حق سے برگشتہ کرنے میں کامیاب نہ ہوں۔

مفتی محمد جنید صاحب کی اِس کاوش پر ہم اُن کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں باری تعالیٰ اِس کتاب کو نافع بنائیں اور قبولیت سے نوازیں۔

والسلام مع الاحترام

(حضرت مولانا مفتی) محمد عفان منصور پوری (مدظلہٗ العالی)

صدر المدرسین

مدرسہ اسلامیہ عربیہ، جامع مسجد، امروہہ

۱۰ر محرم الحرام ۱۴۴۵ھ

بہ مطابق ۲۹ر جولائی ۲۰۲۳ء

تائیدی کلمات

ڈاکٹر مفتی یاسر ندیم الواجدی دامت برکاتہم
استاذِ حدیث، معہد تعلیم الاسلام شکاگو، امریکہ
و مُدیر دارالعلوم آن لائن

نحمده و نصلّي على رسوله الكريم ــ أمّا بعد!

زیرِ نظر کتاب "ملحدین، متشککین اور معترضین اسلام سے گفتگو کے اصول" نوجوان عالمِ دین "مفتی محمد جنید قاسمی" کی تازہ ترین کاوش ہے، سالِ گذشتہ اُنہوں نے "وسیم رضوی ملعون" کی جانب سے قرآن کی ۲۶ر آیتوں پر اعتراضات کی میری جوابی ویڈیو کو تحریری شکل میں منتقل کیا اور پھر اس پر ایک وقیع مقدمہ بھی لکھا، اُس کتاب کا ہندی وَرژن بہ شکل پی ڈی ایف افادۂ عام کے لیے انٹرنیٹ پر دستیاب ہے اور ان شاء اللہ جلد ہی کتاب کا اردو نسخہ کتب خانوں سے شائع ہو گا۔

موصوف کی یہ تازہ ترین کاوش وقت کی ضرورت ہے، اس دور میں اسلام دشمن طاقتیں اپنی تمام تر کوششیں اس بابت صَرف کر رہی ہیں کہ مسلم نوجوان شکوک و شُبہات کا شکار ہو جائیں اور اسلام اور اس کے آفاقی پیغام سے بد ظن ہو جائیں، دنیا بھر کے نوجوانوں کی اکثریت چوں کہ سوشل میڈیا سے جُڑی ہوئی ہے، اس لیے اِن طاقتوں نے سوشل میڈیا پر ایسے افراد کو کھڑا کر دیا ہے، جو دن رات اسلام پر اعتراضات کر رہے ہیں اور مسلم نوجوانوں کے دلوں میں شکوک و شُبہات کے بیج بونے میں مُلوِّث ہیں، ایسی صورتِ حال میں ان نوجوان علماء کی سخت ضرورت ہے، جو ان اعتراضات اور حربوں سے واقف ہوں اور پھر اُصولی طور پر اُن کا رَد کر سکیں، مولانا موصوف اُردو اور ہندی زبانوں میں یہ خدمت بہ خوبی انجام دے رہے ہیں۔

اس کتاب میں انہوں نے جس منہج کو اختیار کیا ہے، وہ اس بات کا غماز ہے کہ مولانا ایک منجھے ہوئے قلم کار ہیں، تصنیف کے میدان کے نَو واردان کے لیے اِس پختہ اور اصولی منہج پر لکھنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے، مولانا نے کتاب کے دوسرے باب میں ملحدین سے گفتگو کے نو اصول ذکر کیے ہیں اور ہر اصول کے تحت متعدد مثالیں ہیں جو کہ در حقیقت ملحدین و مرتدّین کے اعتراضات ہیں، جن کا ان اصولوں کی روشنی میں رَد پیش کیا گیا ہے، مثلاً: انہوں نے اس باب کے تحت ساتواں اصول یہ ذکر کیا ہے کہ ملحدین سے گفتگو کرتے وقت یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ معترض اپنے دعوے پر ایسی دلیل سے تو استدلال نہیں کر رہا ہے کہ اس نوع کے دیگر دلائل خود اس کے نزدیک معتبر نہیں ہیں، پھر مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ملحدین کا دعویٰ ہے کہ یقینی علم و معرفت صرف تجرباتی و مشاہداتی دلائل سے ثابت ہے، اسی لیے ان کے نزدیک وُجودِ خدا کے اثبات میں پیش کیے جانے والے عقلی دلائل خواہ کتنے ہی بدیہی ہوں، معتبر و قابل قبول نہیں ہیں؛ لیکن عین گفتگو کے دوران یہی لوگ خدا تعالیٰ کے وجود کی نفی کرتے ہوئے قوانینِ فطرت سے استدلال کرتے ہیں کہ کائنات کو اپنی پیدائش اور نظم میں کسی خالق کی ضرورت نہیں ہے، کائنات کی تخلیق و تنظیم قوانینِ فطرت سے وابستہ ہے؛ حالاں کہ کائنات کی پیدائش، قوانینِ فطرت سے ہوئی ہے، اس پر کوئی بھی تجرباتی و مشاہداتی دلیل موجود نہیں ہے۔

نوجوان علماء اگر اس طرزِ استدلال کو سیکھ لیں، تو ملحدین کی طرف سے بنائے گئے ریت کے قلعوں کو بہ آسانی زمین بوس کر دیں، کتنے ہی نوجوان مجھ سے رابطہ کرتے ہیں اور یہ جاننے کی خواہش رکھتے ہیں کہ رَدِّ اِلحاد اور اِرتداد پر کیسے مطالعہ کیا جائے، ان کے سامنے سب سے بڑی پریشانی یہ ہے کہ اس موضوع پر کوئی جامع کتاب نہیں ہے۔ اردو زبان میں اس موضوع پر بہت کم مواد دستیاب ہے، مجھے امید ہے کہ موصوف کی یہ کتاب اُن افراد کے لیے ایک بہترین مرجع ثابت ہو گی جو اس میدان میں کام کرنا چاہتے

ہیں، میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کا نفعِ عام فرمائے اور مؤلف سے مزید کام لے۔ آمین

والسلام مع الاحترام

(ڈاکٹر مفتی) یاسر ندیم الواجدی (مدظلہٗ العالی)

استاذِ حدیث

معہد تعلیم الاسلام شکاگو، امریکہ

ومُدیر دارالعلوم آن لائن

۱۶؍ محرم الحرام ۱۴۴۵ھ

بہ مطابق ۴؍ اگست ۲۰۲۳ء

❑○❑

اظہار مسرّت

حضرت مولانا مفتی محمد اسلم امروہی دامت برکاتہم
استاذ تفسیر و حدیث، جامع مسجد، امروہہ

نحمدہ و نصلّي علی رسولہ الکریم۔۔۔أمّا بعد!

اسلام دینِ فطرت ہے اور صحیح اور سلیم الفطرت انسان کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آج اسلام سب سے تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے، جو لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں، وہ اُس کے مکمل اور ہمہ گیر نظام ہونے ہی کی وجہ سے کر رہے ہیں۔

یہ بات دشمنانِ اسلام کو کسی بھی زمانے میں برداشت نہیں ہوئی اور نہ آج ہو رہی ہے؛ چناں چہ باقاعدہ پروپگنڈے کے تحت اسلام اور شعائرِ اسلام پر اعتراضات کر کے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کی ناپاک کوششیں ہوتی رہی ہیں اور آج اُس میں بہت تیزی کے ساتھ اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

سوال و جواب، اشکال و اعتراض، بحث و مباحثہ، صحت مند معاشرے کی علامت ہے، یہ سوال و جواب کا سلسلہ حدود و قیود کے ساتھ افہام و تفہیم کی غرض سے ہو، تو بہت مفید بھی ہے اور نفع بخش بھی اور اگر اس کا مقصد اعتراض برائے اعتراض اور بحث برائے بحث ہو، تو معاشرے کی پُرامن فضاء کو مکدّر کرنے میں اس سے زیادہ مضر اور نقصان دہ کوئی چیز نہیں۔

سوال عام طور پر اشکال کو دُور اور حل کرنے کے لیے کیا جاتا ہے اور اعتراض، اشکال پیدا کرنے کے لیے، مسئلے کو پیچیدہ بنانے کے لیے اور سامنے والے کی بات کو نہ ماننے اور اُسے بے وزن بنانے کے لیے ہوتا ہے، فرشتوں کا تخلیقِ آدمؑ پر سوال سمجھنے کے لیے تھا اور شیطان کا آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار اعتراض کے لیے تھا؛ چناں چہ آج

تک سلیم الفطرت لوگ فرشتوں کے نقشے پر اور ٹیڑھی فطرت کے لوگ شیطان کے نقشے کی پیروی کر رہے ہیں، اسی وجہ سے سوال کرنا ممدوح اور اعتراض کرنا مذموم ہے۔

معترضین دو طرح کے ہوتے ہیں:

[۱] ایک قسم معترض کی وہ ہے، جو اعتراض برائے اعتراض کرتے ہیں؛ تاکہ لوگوں میں اسلام اور مسلمانوں کے تئیں خوف و ہراس، شک و اضطراب پیدا ہو اور لوگوں کی نظر میں اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ خراب ہو؛ تاکہ لوگ اسلام کے دامنِ رحمت میں جگہ نہ پا سکیں۔

[۲] معترض کی دوسری قسم وہ سادہ لوح مسلمان ہیں، جن کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر نہیں آسکی اور اِن لوگوں کے پروپگنڈے کے نتیجے میں وہ غلط فہمی کا شکار ہو گئے اور اُن کو اسلام اور اسلامی احکامات پر اشکالات پیدا ہو گئے، اِن حضرات کی غلط فہمی دُور کرنا بہت آسان ہے۔

انہیں لوگوں کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے عزیزم مفتی محمد جنید زیدہ علمہٗ و عملہٗ نے اپنی بساط کے مطابق کوشش کی ہے کہ اُن کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر آئے اور وہ اپنے نظریات سے تائب ہو کر اپنے اور اپنی نسلوں کے دین و ایمان کی حفاظت کر سکیں اور اُنہیں اسلام پر اعتراض برائے اعتراض کرنے والوں سے گفتگو کے اصول معلوم ہوں؛ تاکہ اُن کے دامِ فریب سے بچ سکیں۔

بہت وقت سے خواہش تھی کہ ایک ایسا چھوٹا سا رسالہ ترتیب دیا جائے، جس میں اس وقت کے معترضین کے اعتراضات کے جوابات ہوں اور اُس میں ”دعوت کے اصولِ ثلاثہ: حکمت، موعظت اور مجادلۂ حسنہ“ کا بھرپور خیال رکھا گیا ہو؛ تاکہ پڑھنے والے اپنے غلط نظریات سے تائب ہوں اور اسلام کی حقانیت کی طرف مائل ہوں۔

مجھے خوشی ہے کہ موصوف اس میں پوری طرح کامیاب ہیں، دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس محنت کو قبول فرمائے اور یہ کتاب امت میں پھیلنے والے نت نئے شکوک وشبہات میں مبتلا لوگوں کے لیے نفع بخش ہو۔ آمین۔

والسلام مع الاحترام

(حضرت مولانا مفتی) محمد اسلم امروہی (مدظلہ العالی)

استاذِ تفسیر و حدیث

مدرسہ اسلامیہ عربیہ، جامع مسجد، امروہہ

۱۰ر محرم الحرام ۱۴۴۵ھ

بہ مطابق ۲۹ر جولائی ۲۰۲۳ء

□○□

انتساب

❁ مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند اور اُس کی نیک نام انجمن "تقویت الاسلام ر شعبۂ مناظرہ" کے نام، جس کی آغوشِ تربیت نے خارجی فتنوں کی سر کُوبی کے جذبے کو تحریک دی۔

❁ اپنے والدین کے نام، جنہوں نے خود کو سر تا پیر مجھے پڑھانے، بنانے اور پالنے پوسنے میں کھپادیا اور میرے لیے بہ وقتِ سحر، خدا کی بارگاہ میں آہ وبُکا کی۔

❁ اُن اساتذہ کے نام، جنہوں نے الف، ب، ت سے لے کر ختمِ بخاری تک میری شخصیت اور ذہنیت پر اسلامی رنگ، رنگنے میں اپنا کردار ادا کیا۔

❁ مدافعینِ اسلام کے نام، جو الحادو دہریت اور نئے پُرانے فتنوں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑے ہیں۔

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۔﴾ (النحل:۱۲۵)

(اے رسول!) آپ اپنے پروردگار کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ذریعہ بلائیے اور ان سے بہتر طریقے پر بحث کیجیے، یقیناً آپ کے پروردگار اس شخص سے بھی واقف ہیں، جو اپنے راستے سے بھٹک گیا اور راہ راست پر لگنے والوں کو بھی خوب جانتے ہیں۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں:

إنَّ الْمُنَاظَرَةَ فِيْ تَقْرِيْرِ الدِّيْنِ وَإِزَالَةَ الشُّبهَاتِ حِرْفَةُ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامِ۔ (مفاتح الغيب المعروف التفسير الكبير: سورة آل عمران: ۱)

بلاشبہ دینی عقائد کے اثبات کے لیے اور شبہات کے جوابات دینے کے لیے مناظرہ کرنا حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا طریقہ ہے۔

محمد جنید قاسمی

۱۷ ذی الحجہ ۱۴۴۴ھ

قدیم و جدید مذاہب و نظریات کے بیان میں

قدیم وجدید نظریات کا تعارف

اصل گفتگو سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان نظریات ومذاہب کو سپردِ قرطاس کر دیا جائے جن کے حاملین اسلام یا اسلام سے متعلق شخصیات، تعلیمات و احکامات، اور کتب پر بے جا اعتراضات، رکیک شبہات اور بے ہودا تشکیکات پیش کرتے ہیں، واضح رہے کہ دنیا میں دو قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں: (۱) خدا کو ماننے والے (۲) خدا کا انکار کرنے والے۔

پھر خدا کا انکار کرنے والوں میں دو قسم کے لوگ ہیں: (۱) خدکو کسی مذہب سے منسوب کرنے والے (۲) تمام مذاہب کا انکار کرنے والے۔

انکارِ خدا کے نظریہ کو عام زبان میں۔"الحاد"، انگلش میں "ایتھزم" اور ہندی میں "ناستک واد" کہا جاتا ہے، اور اس قسم کا نظریہ رکھنے والے کو بالترتیب "ملحد"، "ایتھسٹ" اور "ناستک" کہا جاتا ہے۔

الحاد کا مفہوم

لغوی اعتبار سے الحاد کے کئی معانی آتے ہیں مثلاً: منحرف ہونا، کج روی اختیار کرنا، سیدھی راہ سے بھٹکنا وغیرہ۔ (تهذيب اللغة: ۲/۳۷ للأزهری)

اصطلاح میں الحاد کی تعریف یوں کی گئی ہے "Atheism is denial of God or the gods" یعنی "الحاد نام ہے خدا یا بہت سے خداؤں کے انکار کرنے کا" (برٹانیکا) بالفاظ دیگر الحاد میں مابعد الطبعیات حقیقتوں کی کوئی گنجائش نہیں۔

قرآن وسنت میں لفظِ الحاد

قرآن کریم کے پانچ مقامات ایسے ہیں جہاں لفظ الحاد کے مشتقات کا استعمال ہوا ہے (۱) چناں چہ سورہ اعراف آیت نمبر ۱۸۰/ میں فرمایا گیا: "وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ

الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۖ وَ ذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ۔ "(ترجمہ)" اللہ کے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں تو تم ان ناموں سے اس کو پکارو، اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اللہ کے ناموں میں کجی تلاش کرتے ہیں۔"

"الحاد في أسماء الله" کا مطلب ہے: اللہ کے ناموں کا انکار کرنا، یا اس کے ناموں میں تحریف کرنا، جیسے اپنے خود ساختہ بتوں کے نام اللہ کے نام پر رکھنا، نیز باطل تاویلوں کے ذریعے اللہ کے ناموں میں بیان کی گئیں صفات کا انکار کرنا، یہ تمام صورتیں الحاد فی اسماء اللہ تعالیٰ میں داخل ہیں۔ (الارشاد الی صحیح الاعتقاد والرد علی أهل الشرك والالحاد: ۱۴۶)

(۲) سورہ فصلت آیت نمبر ۴۰/ میں ہے: "اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا۔" (ترجمہ) بلا شبہ جو لوگ ہماری آیتوں سے بے رغبتی برتتے ہیں وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں۔ تفسیر قرطبی میں "الحاد فی الآیات" کی مراد کو یوں واضح کیا گیا ہے۔ [يميلون عن الحق في أدلتنا] یعنی دلائل کو نظر انداز کر کے حق سے منہ پھیرنے اور اعراض کرنے کو الحاد کہا گیا۔ (۵/۳۶۶)

(۳) سورہ نحل ایت نمبر ۱۰۳/ میں ہے: "وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ۔" (ترجمہ) اور اللہ جانتا ہے کہ یہ (کافر) یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ (محمد ﷺ) کو قرآن فلاں شخص سکھاتا ہے، حالانکہ جس شخص کی جانب یہ لوگ منسوب کرتے اس کی زبان عجمی ہے اور یہ قرآن فصیح عربی میں ہے۔"

گویا کسی چیز کی حقیقت کو چھپا کر اسے کسی باطل کی طرف منسوب کرنا بھی الحاد ہے۔

(۴) سورہ حج آیت نمبر ۲۵/ میں ہے "مَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ۔"

(ترجمہ) "جو حرم میں ظلم کے ساتھ ٹیڑھی راہ کا ارادہ کرے۔"

اس آیت میں الحاد سے مراد شرک، غیر اللہ کی پرستش، حرمات حرم کی پامالی اور سیدھی راہ سے اعراض ہے۔ (تفسیر البغوی: ۵/۳۷۷، التفسیر الکبیر: ۲۳/۲۱۸)

(۵)سورہ کہف آیت نمبر ۲۵؍ میں ہے:"وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا۔"
اسی طرح سورہ جن آیت نمبر ۲۰؍ میں ہے:"وَلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا۔"
اسی طرح بے شمار احادیث میں "الحاد" کا لفظ وارد ہوا ہے چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں

(۱) اللہ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ بندوں کا ذکر کرتے ہوئے پیغمبر ﷺ نے فرمایا ان میں سے ایک "ملحد فی الحرم" یعنی حرم شریف میں گناہ کر کے ظلم کرنے والا بھی ہے۔ (صحیح البخاری رقم: ۶۸۸۲ کتاب الدیات، باب من طلب دم امری بغیر حق)

(۲) ایک حدیث میں ہے:"احتکار الطعام فی الحرم الحاد فیہ۔"
(ترجمہ) حرم میں ذخیرہ اندوزی کرنا وہاں الحاد (ظلم) کرنے کے مترادف ہے
(سنن ابی داؤد: ۲۰۲۰ کتاب المناسک، باب تحریم مکۃ)

الحاد کی قسمیں:

الحاد کی بہت سی قسمیں ہیں ان میں سے تین بنیادی قسموں کو مندرجہ ذیل سطور میں بیان کیا جارہا ہے۔

(۱)نوسٹزازم /Gnosticism:

نوسٹز کے معنی علم و معرفت کے ہیں، دوسری صدی عیسوی میں عیسایوں کے یہاں خدا کے علم اور اس کی معرفت کے لیے صوفیانہ طریقہ وجود میں آیا، جس کو نوسٹز ازم کہا گیا (آکسفورڈ لینگویج) لیکن موجودہ وقت میں یہ اصطلاح 'الحاد مطلق' کے لیے استعمال ہوتی ہے، جس کا مطلب مابعد الطبعیات حقیقتوں کا انکار کرنا ہے؛ چناں چہ اس نظریہ کے لوگ خدا، آخرت، حساب و کتاب، اور فرشتوں جیسی حقیقتوں کو تسلیم نہیں کرتے، ان کے نظریہ کے مطابق کائنات خود بخود بن گئی ہے اور اب اسے فطری قوانین [نیچرل لاز] چلارہے ہیں۔

کسی دلیل کی بنیاد پر اس نظریہ کا دفاع نہیں کیا جاسکتا۔ کوئی ایسی دلیل نہیں ؛جو خدا کے نہ ہونے کو ثابت کر سکے۔

(۲)ایگنوسٹک ازم:

یہ نظریہ کہتا ہے:

The doctrine that humans cannot know of the existence of anything beyond the phenomena of their experience.

یعنی یہ بات انسان بالیقین نہیں جان سکتا کہ جو چیزیں ہمیں نظر نہیں آتیں، یا ہمارے تجربے میں نہیں آسکتیں [خدا، فرشتے وغیرہ] وہ وجود رکھتی ہیں یا نہیں۔

یہ نظریہ ایک قسم کے عجز کا اظہار ہے، اس نظریہ کے حاملین خدا کے وجود اور عدم وجود کے بارے میں خاموشی اختیار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ خدا ہے یا نہیں، اس نظریہ کو ماننے والے اردو و عربی میں ''لاادریہ'' کہلاتے ہیں۔

استاذ محترم ''مفتی سعید پالنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ'' کی تصنیف کردہ نصابی کتاب ''مبادئ الفلسفہ'' کے حاشیہ میں لکھا ہوا ہے ''یہ فرقہ ہر چیز کے اثبات و نفی اور ثبوت و عدم ثبوت کا انکار کرتا ہے ان لوگوں کو متشککین بھی کہا جاتا ہے یہ ہر بات میں شک کرتے ہیں انہیں اس بات میں بھی شک ہے کہ یہ شک کر رہے ہیں پھر یہ شک در شک کا سلسلہ تسلسل کے ساتھ چلتا ہے کہیں رکنے کا نام نہیں لیتا۔(ص:٦)

(3)ڈی ازم: ڈی ازم کی تعریف اس طرح ہے:

Belief in the existence of a supreme being specifically of a creator who does not intervene in the universe.

یعنی یہ نظریہ ایک اعلیٰ ہستی خاص طور پر ایسے خدا پر یقین رکھتا ہے جس نے کائنات تخلیق کی مگر اس میں کسی طرح کی مداخلت نہیں کرتا۔(آکسفورڈ لینگویج)

اس نظریہ کے حاملین مانتے ہیں کہ خدا کائنات تخلیق کر کے اس سے بالکل الگ تھلگ ہو گیا، کائنات اب فطری قوانین [نیچرل لاز] سے خود بخود چل رہی ہے۔

ہندوستان کے الحادی فلسفے

ہندوستان میں ہمیشہ سے ہی رشی، منی حقیقت کی تلاش میں غور و فکر کرتے رہے ہیں، ان کے لمبے غور و فکر کے بعد دس بنیادی فلسفے وجود میں آئے، جن میں سے کچھ خدا کو مانتے ہیں اور کچھ خدا کے وجود کا انکار کرتے ہیں ثانی الذکر فلسفوں کو "ناستک فلسفے" کہا جاتا ہے مشہور ناستک فلسفے مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) چارواک : چارواک فلسفے کو "لوکایت" کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، اس نظریہ کے حاملین خدا، جنت و جہنم کے تصور کو نکارتے ہیں۔ (درشن شاستر کا پریچے ص: ۹۹ ڈاکٹر دیوراج و ڈاکٹر تیواری)

(۲) آجیویک

اس نظریہ کے حاملین خدا کے وجود پر ایمان نہ رکھنے کے باوجود "نیتی" یعنی تقدیر پر ایمان رکھتے تھے نیز ان لوگوں کا ماننا تھا کہ ہر جاندار ایک آتما ہے۔ (دی آکسفورڈ ھینڈبک آف ایتھزم: ۶۵۴ اسٹیفن بولیونٹ و مائیکل روز ماخوذ از: نسائیکلوپیڈیا)

(۳) سانکھیہ

اس درشن [فلسفے] کو ماننے والوں کا کلمہ ہی "ایشور اسدھیہ" ہے جس کا مطلب ہے کہ خدا کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

ملحد مذاہب

کچھ ایسے مذاہب بھی ہیں جن میں خدا کا تصور نہیں پایا جاتا، اگرچہ ماننے والوں نے ان مذاہب کے بانیوں کی ویسے ہی پرستش شروع کر دی جیسی دوسرے مذاہب میں خدا کی کی جاتی ہے۔

(۱) جین مذہب :

جین مذہب کے چوبیسویں تیر تھنکر "سوامی مہاویر" نے زندگی کے جس فلسفے کو پیش کیا اُسے جین مذہب کہا جاتا ہے جین ازم اپنے آپ میں مستقل مذہب ہونے کے باوجود بھی خدا کے وجود کو تسلیم نہیں کرتا۔ (ناستک درشن ایک پریچے :۴-۳ شلیش کمار دیویدی، سنسکرت وبھاگ الٰہ آباد یونیورسٹی)

(۲) بودھ مذہب:

بودھ مذہب کے بانی "گوتم بودھ" ہیں اس مذہب میں لوگوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ خدا کے ہونے اور نہ ہونے کی بحث میں نہ پڑیں، خود کو تناسخ [دنیا میں بار بار پیدا ہونا] کے چکر سے بچانے کی فکر کریں، عام طور پر بودھ مذہب کے ماننے والے خدا کے وجود کو نہیں مانتے تاہم گوتم بودھ کی پوجا ضرور کرتے ہیں۔ (مستفاد از ناستک درشن ایک پریچے)

ماڈرن ازم

ماڈرن ازم (جدیدیت) کی شروعات بیسویں صدی کے نصف اول میں روایت پسندی کے خلاف فنون لطیفہ (ادب، موسیقی وغیرہ) میں ہوئی، پھر جدیدیت پسندی کے رجحانات، نظریات وافکار، تہذیب وتمدن اور سیاست وسماج تک پر حاوی ہو گئے، روایت پسندی کے خلاف بہت سی تحریکوں نے جنم لیا جن میں جدیدیت کے اثرات نمایاں تھے اور چوں کہ مذاہب بھی قدیم روایتی افکار اور اخلاقی اقدار پر قائم تھے، اسی لیے ان تحریکوں کی وجہ سے کسی نہ کسی صورت میں لوگوں کے اندر مذہب سے بے زاری اور دوری پیدا ہوئی، واضح رہے کہ ماڈرن ازم کے ماننے والوں میں ملحد وغیر ملحد، اہل مذہب اور لامذہب ہر قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں، جدیدیت کی گود میں بہت سے نظریات پروان چڑھے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ہیومن ازم:

ہیومن ازم اگرچہ انسانی حقوق (مساوات انسانی، آپسی رواداری، باہمی محبت و الفت، ایک دوسرے کے ساتھ خیر خواہی، اور اخلاق فاضلہ وغیرہ) کا نام ہوتا تو کسی کو کوئی اعتراض نہ ہوتا لیکن یہ ایسا سنگین نظریہ ہے کہ جس کے اقرار کے بعد مسلمان مسلمان نہیں رہتا، اس نظریہ کی سنگینی اس کی تعریف سے واضح ہے:

A rationalist outlook or system of thought attaching prime importance to human rather then divine or supernatural matters.

یعنی ایک عقلی نقطہ نظر ہے یا نظام فکر ہے جو خدائی یا مافوق الفطرت معاملات کے بجائے انسان کو اولیت واہمیت دیتا ہے۔ (آکسفورڈ لینگویج)

گویا ہیومن ازم سے وہ معنی مراد نہیں جو انسانیت کا لفظ سن کر ایک عام انسان کے ذہن میں آتا ہے، ہیومن ازم "انسانیت" نہیں بلکہ "انسان پرستی" کا نام ہے، اس نظریہ کے مطابق انسان ہی خیر و شر، صحیح و غلط، سعادت و شقاوت وغیرہ متعین کرنے کا مالک ہے، ہیومن ازم انسان کو خدا کا درجہ دیتا ہے۔

(۲) ریشنل ازم:

یہ ایک ایسا نظریہ ہے جو عقل پر زور دیتا ہے، جس کی تعریف مندرجہ ذیل ہے:

The practice or principle of basing opinions and actions on reason and knowledge rather than on religious belief or emotional response.

یعنی کسی رائے یا عمل کی بنیاد کسی مذہبی عقیدے یا جذباتی رد عمل کے بجائے عقل و علم پر رکھنے کا نام "ریشنل ازم" (عقلیت پسندی، درحقیقت عقل پرستی) ہے۔

اس نظریہ کے مطابق انسانی عقل خیر و شر کی تعیین خود کر سکتی ہے، اسی لیے وحی و رسالت کی کوئی ضرورت نہیں ہے، مسلمانوں میں "تجدید دین" کا علم لے کر اٹھنے

والے لوگ یا جماعتیں اسی نظریہ سے متاثر ہیں جن کے نزدیک مذہبی تشریحات میں عقل کو حتمی اتھارٹی حاصل ہے۔ (مجددین کا ذکر آگے آئے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ)

عقل پرستوں (ریشنلسٹ) کا ماننا ہے کہ انسانی عقل و فہم سچائی کی کھوج کے لیے کافی ہے اسے کسی غیبی رہنمائی کی ضرورت نہیں۔

(۳) ڈیموکریسی:

ڈیموکریسی (جمہوریت) حکومت سازی کا ایک نظام ہے جہاں عوام اپنے ووٹوں کے ذریعے اپنا حاکم چُنتی ہے، 'یو۔ایس' کے سابق صدر جمہوریہ "ابراہیم لنکن" نے جمہوریت کے بارے میں کہا تھا "

Govemment of the people, by the people and for the people.

یعنی جمہوریت نام ہے "عوامی حاکمیت کا، عوام پر، عوام کے ذریعے"۔

(U.S President Abraham Lincoln, The Gettysbury Address, November 19, 1863)

(۴) سیکولرازم

The principle of separation of the state from religious institutions.

یعنی سیکولرازم (لا مذہبیت) مذہبی اداروں سے ریاست کی علیحدگی کا نام ہے۔

(آکسفورڈ لینگویج)

یہ نظریہ کہتا ہے کہ مذہب، فرد کا نجی معاملہ ہے، اپنی ذات کی حد تک اگر کوئی شخص مذہب کی اقتداء کرے تو کر سکتا ہے تاہم اجتماعی اور سیاسی زندگی سے مذہب کو دور رکھا جائے گا، نیز ریاست کا کوئی مذہب نہیں ہو گا۔

(۵) انڈیوِژوَل ازم:

"انفرادیت" ایسا سماجی نظریہ ہے جو اجتماعیت کے بجائے، انفرادیت پر زور دیتا ہے، اس نظریہ کے حاملین فرد کے لیے اجتماع کی بَلی چڑھا سکتے ہیں، یہ ایک باغیانہ نظریہ ہے،

جو فرد کو سماج کے خلاف کھڑا کر کے اُسے ہر طرح کے خیال و عمل کی آزادی دیتا ہے اور حکومتوں کو مجبور کرتا ہے کہ وہ سماج کی قربانی دے کر فرد کی آزادی کو تحفظ فراہم کریں۔

(٦) لبرل ازم:

مطلق آزادی یا آزاد خیالی کی تعریف کچھ یوں کی گئی ہے:

Willingness to respect or accept behaviour or opinions different from one's own; openness to new ideas.

یعنی اپنے سے مختلف نظریہ و عمل کا احترام قبولیت کی خواہش اور نئے خیالات کے لیے دل میں کشادگی کا نام لبرل ازم ہے.

لبرل ازم کی سیاسی تعریف بھی ہے:

A political and social philosophy that promotes individual rights, civil liberties, democracy, and free enterprise.

یعنی لبرل ازم ایک سیاسی، سماجی فلسفہ ہے، جو انفرادی حقوق، شہریت کی آزادی، جمہوریت اور کاروبار کی آزادی کو فروغ دیتا ہے۔ (آکسفورڈ لینگویج)

یہ مکتبِ فکر مانتا ہے کہ حکومت و سلطنت کا کام انفرادی آزادی کو تحفظ فراہم کرنا ہے، اس نظریہ کے تحت حکومت کو پابند کیا جاتا ہے اور فرد کو آزاد چھوڑا جاتا ہے (مستفاد بریٹانیکا، موضوع لبرلزم)

اول اول اس نظریہ کی شروعات حکومتی استبداد کے خلاف ہوئی تھی؛ لیکن دھیرے دھیرے اس نے اپنے پر پھیلانے شروع کیے اور مذہب کو انفرادی آزادی میں خارِ راہ سمجھ کر اس کی مخالفت شروع کی، اور انسان کو ہر طرح کی بندش سے آزاد کرنا چاہا۔

مسلمانوں میں بہت سے لوگ اسی نظریہ سے متاثر ہو کر منحرف ہوئے اور انہوں نے مذہبی احکامات میں تاویلات کر کے علماء حق کی فہم دین کو پس پشت ڈال کر، حرام کو حلال، اور حلال کو حرام کر کے دین میں "اباحیت پسندی" کے نام سے نئے فتنے کی داغ بیل ڈالی۔

(۷) اِٹرَیٹیریَرازم / Utilitarianism

یہ نظریہ کہتا ہے کہ:

The doctrine that actions are right if they are useful or for the benefit of a majority.

یعنی تمام اعمال درست ہیں اگر وہ فرد کے لیے نافع یا اکثریت کے لیے مفید ہوں۔

افادیت پسندی کا یہ فلسفہ ہر اس چیز کو اچھا سمجھتا ہے، جو خوشی میں اضافہ اور تکلیف میں کمی کرے، کسی کا عمل خوشی کو بڑھانے اور تکلیف کو کم کرنے کا ذریعہ بن رہا ہے تو اس سے بحث نہیں کی جائے گی کہ مذہبی رہنمائی اس عمل کے بارے میں کیا ہے؟ بلکہ اس عمل کو اچھا ہی کہا جائے گا، لذت اندوزی ہر انسان کو خوش کرتی ہے لہٰذا اس اصول کے مطابق جو چاہے جیسے چاہے اپنی لذتیں پوری کرے۔

(۸) رِیلے ٹِوِزم:

The doctrine that knowledge, truth, and morality exist in relation to culture, society, or historical context, and are not absolute.

یہ نظریہ کہتا ہے کہ علم، صداقت اور اخلاقیات کسی تہذیب، سماج اور تاریخی تناظر سے متعلق ہو کر موجود ہوتے ہیں ان کا وجود مطلق نہیں۔

اس اجمال کو مثال سے سمجھیے: اس نظریہ کے مطابق شرک ہندو سماج کی بنسبت اچھا ہے، جب کہ مسلم سماج کے بنست برا ہے شرک مطلقاً برا نہیں، اسی طرح کوئی اخلاقی عمل ایک سماج کے لیے اچھا اور دوسرے سماج کے لیے برا ہو سکتا ہے، کوئی بھی اچھائی اور برائی مطلقاً اچھائی اور برائی نہیں ہے، حالانکہ شرک مطلقاً برا ہے خواہ کوئی اچھا سمجھے یا برا۔

(۹) گلوبلائزیشن:

"عالم گیریت" کسی مقامی نظامِ زندگی، سیاست، اقتصادیات، معاشرت، تہذیب و تمدن، ثقافت اور ضابطہ حیات کو اس حد تک توسیع دینے کا نام ہے کہ وہ مقامی نہ

رد کر ''عالمی فنومِنا'' بن جائے، اس کی مثال یہ ہے کہ مغرب اپنی مقامی تہذیب، نظریہ حیات اور ضابطہ حیات کو عالمگیر باور کراتا ہے اور جو ان کا نظریہ حیات قبول نہ کرے اسے دقیانوسی یا قدامت پرست جیسے توہین آمیز القابات سے پکارا جاتا ہے، دوسری مثال انگریزی کی ہے، انگریزی ایک خاص علاقے کی زبان ہے؛ لیکن مغربی دنیا اپنی زبان کو عالمگیر بنانے میں اس حد تک کامیاب ہوگئی کہ آج جو انگریزی نہیں جانتا اسے جاہل گنوار کہہ دیا جاتا ہے خواہ وہ کتنا ہی بڑا ریاضی دان، سیاست دان اور ماہر فلکیات کیوں نہ ہو، گویا عالمگیریت مقامی تہذیبوں کے لیے موت کا پیغام ہے اور پوری دنیا پر مغربی تہذیب کو تھوپنے کا عمل ہے۔ (عالمگیریت کے موضوع کو تفصیل سے جاننے کے لیے مولانا یاسر ندیم الواجدی کی کتاب ''گلوبلائزیشن اور اسلام'' نہایت مفید ہے۔)

(۹) فیمن ازم:

یہ ایسا نظریہ ہے، جو مرد و زن میں حقوق و فرائض کے اعتبار سے عدل کے بجائے مساوات کی بات کرتا ہے، اس نظریے سے متاثر عورتیں اکثر مردوں کے خلاف زہر اُگلتی دکھائی دیتی ہیں، مرد و زن کے حقوق سے متعلق قرآن و حدیث کے واضح نُصوص کا انکار؛ بلکہ استہزاء اُڑاتی ہیں۔

ماڈرن ازم کے مسلم معاشرے پر اثرات

ماڈرن ازم کے رواج کے بعد مسلم معاشرے میں بہت سی سماجی، نظریاتی تبدیلیاں ہوئیں اور کئی ایسی جماعتیں وجود میں آئیں جنہوں نے صحابہ سے منقول روایتی اور قدیم اسلام کی بیخ کنی کرنے کی کوشش کی، نیچے ایسی جماعتوں کا مختصراً نظریاتی تعارف پیش کیا جارہا ہے۔

متجددین:

ماڈرن ازم کے پھیلاؤ کے بعد مسلمانوں میں متجددین کا فرقہ وجود میں آیا جنہوں نے اسلام کو جدیدیت سے ہم آہنگ بنانے کے لیے اسلام کی بنیادوں کو ہی ہلا

ڈالنے کی کوشش کی، "متجدد"، "تجدد الضرع" سے مشتق ہے جس کے معنیٰ ہیں:
"ذھب لبنہ۔" یعنی "جانور کے دودھ کا چلا جانا۔" (معجم المعانی الجامع)

جب جانور کا دودھ چلا جائے گا تبھی نیا دودھ آئے، اسلامی تناظر میں تجدد سے مراد یہ ہے کہ جو اسلام امت میں تواتر سے چلا آرہا ہے اس کی جگہ نیا اسلام آجائے، متجددین نے اسلام کا ایک نیا وَرژن پیش کیا جو ماڈرن ازم سے ہم آہنگ تھا انہوں نے جہاں چاہا اسلامی نصوص میں بے جا تاویلات سے کام لیا اور تاویلوں سے کام نہیں بنا تو انکار کی راہ اختیار کی۔

متجددین و مجددین میں فرق:

تجدد کے مقابلے میں لفظ "تجدید" ہے جو مثبت معنوں میں استعمال ہوتا ہے، جس کے معنیٰ ہیں "کسی چیز کو نیا بنانا"، حدیث میں آتا ہے: "إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا۔" (سنن ابی داود' کتاب الملاحم' باب مایذکر فی قرن المائۃ)

"بے شک اللہ تعالیٰ ہر صدی کے آخر میں اس اُمت کے لیے ایک ایسے شخص کو بھیجتے ہیں، جو اُمت کے لیے اس کے دین کی تجدید کرتا ہے۔"

پس یہاں تجدید کے معنیٰ ہوں گے "پہلے سے موجود اسلام پر گمراہ و منحرف لوگوں اور اہلِ سنت والجماعت کے مخالف فرقوں کی جانب سے ڈالے گیے حجابات کو رفع کرنا" جو کہ اچھے معنیٰ ہیں۔

منکرین حدیث:

ماڈرن ازم سے متاثر ہو کر بعض لوگوں کی طرف سے "انکارِ حدیث" کا فتنہ کھڑا کیا گیا ان لوگوں نے جمیع امت مسلمہ کے موقف سے خروج کرتے ہوئے حدیث کی حجیت کا انکار کر دیا، زیادہ سے زیادہ حدیث کو صرف ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت دی اور قرآن پر زور دیا، انہوں نے فہم قرآن کا دعویٰ ضرور کیا لیکن ان کی قرآن فہمی کی

حقیقت صرف اتنی تھی کہ قرآن کی آیتوں کا وہ مطلب بیان کیا جو ان کی تحریک کو مضبوط کر سکے، قرآن فہمی کے بنیادی اصول و قواعد کو پس پشت ڈال کر اپنی مَن مرضی کا مفہوم بیان کیا اور اپنے خود ساختہ فہم کو قرآن بنا کر پیش کیا، انہوں نے سادہ لوح مسلمان کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ اہلِ حق نے قرآن نہیں سمجھا، اہل قرآن نے ہمیشہ امت مسلمہ کو نقصان ہی پہنچایا۔

مسلم اشرافیہ:

یہ وہ طبقہ تھا جس نے مغرب کے نظریات و طرزِ زندگی کو من و عن قبول کیا اور ماڈرن ازم کی مکمل پیروی کر کے اسلام کا قلادہ اپنی گردنوں سے عملی طور پر اتار پھینکا اگرچہ یہ لوگ نام سے مسلمان ہی رہے، لیکن اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں رہا، اس طبقہ میں اسلام تلاش کرنے والا "چیل کے گھونسلے میں ماس تلاش کرنے والے کی طرح ہے کہ جس طرح چیل کے گھونسلے میں ماس نہیں ہوتا اسی طرح اس طبقہ میں اسلام نہیں ہوتا۔

درم و دام اپنے پاس کہاں
چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں۔

(غیر مدون کلام غالب، ص: ۷۷ راز جمال عبد الواحد)

ان کے علاوہ جمہور اہل حق بھی تھے جنہیں "روایت پسند" کہا گیا۔

روایت پسند:

جمہور امت مسلمہ اور ان کے علماء نے ماڈرن ازم کے منفی اثرات کو بھاپ لیا تھا اور بروقت مسلم معاشرے کو اس تباہ کن نظریہ سے بچانے کے لیے تاریخی اقدامات کیے؛ چناں چہ "دار العلوم دیوبند" کا قیام "تبلیغی جماعت" کی بناء اسی وقت عمل میں آئی جب ماڈرن ازم ہندوستان میں اپنے پیر پسار رہا تھا، مسلمان انگریزیت کی طرف کھنچے چلے جارہے تھے، روایتی اور حقیقی اسلام سے مسلمانوں کا تعلق کمزور پڑ رہا تھا، اہلِ حق کی

جماعت نے صحابہ و اسلاف کرام پر امت مسلمہ کے اعتماد کو بحال کیا اور اسی اسلام کی ترجمانی کی جو صحابہ و اسلاف سے صحیح سند کے ساتھ ان تک پہنچا تھا۔

خدا کو ماننے والے مذاہب

ہندومت:

"ہندومَت"، جس کو "سَناتن دَھرَم" بھی کہا جاتا ہے، ہندوستان کا قدیم ترین مذہب ہے، جس کی کوئی متعینہ تعریف ممکن نہیں، ہندومَت میں ناستِک واد، آستِک واد، توحید و وحدانیت شرک و بُت پرستی، وحدتُ الوجُود و وحدتُ الشہود، جیسے متضاد نظریات کو بھی شامل مان لیا گیا ہے، ایک خدا کی عبادت کرنے والے بھی ہندو ہیں اور سینکڑوں خداؤں و دیوی دیوتاؤں کی پوجا کرنے والے بھی ہندو، غیر مجسم خدا کو ماننے والے بھی ہندو اور مجسم خدا کے قائلین بھی ہندو، گویا ہندومت مختلف و متضاد نظریات و عقائد کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے، اس مذہب کا کوئی بانی نہیں، بلکہ زمانہ قدیم سے رشیوں و منیوں نے اپنی فلسفیانہ غور و خوض سے جن رطب و یابس نظریات کو دریافت کیا انہیں کے مجموعے کو ہندومت کہا جاتا ہے۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے، گلدستہ توحید و رسالت از راقم)

آریہ سماج:

آریہ سماج، ہندوؤں کا ایک فرقہ ہے جس کی بنیاد "پنڈت دیانند سرسوتی" نے رکھی تھی یہ وہی پنڈت ہیں، جن کا رد بانئ دار العلوم دیوبند "الامام قاسم نانوتوی رحمہ اللہ" نے کیا، آریہ سماج پر مولانا قاسم نانوتویؒ کی تنقیدات پڑھنے کے لیے آپ کی "انتصار الِاسلام" اور "قبلہ نما" جیسی کتب دیکھی جا سکتی ہیں، پنڈت دیانند سرسوتی نے اپنی بدنام زمانہ کتاب "ستیارتھ پرکاش" کے سملاس (باب) چودہ میں قرآن مجید کی آیات پر بہت سے اعتراضات کیے ہیں، آریہ سماج "ویدوں" کو اپنے مذہب کا مستند

حوالہ مانتا ہے، وہ خدا کو ایک مانتا ہے لیکن ساتھ ساتھ پرکتی (مادہ) اور آتما (روح) کو بھی
ازلی وابدی مانتا ہے، گویا خدا نے پہلے سے موجود مادہ ومیٹیریل سے کائنات کی تخلیق فرمائی
ہے جس طرح کمہار پہلے سے موجود گارے سے برتن بناتا ہے، گویا خدا خالق تو ہے لیکن
مادے وروح کا خالق نہیں، اس طرح آریہ سماج توحید پرستی کا مدعی ہوتے ہوئے بھی
شرک کرتا ہے، تاہم آریہ سماج میں بت پرستی سخت منع ہے، ہندوستان میں سب سے
زیادہ آریہ سماج ہی اسلامی تعلیمات پر بے جا اعتراضات کرتے ہیں اور باقی ہندو فرقے
انہیں اعتراضات کو دوہراتے ہیں، آریہ سماج کے عقائد تفصیل سے جاننے کے لیے
ستیارتھ پرکاش مصنفہ دیانند سرسوتی دیکھی جا سکتی ہے۔

سِکھ مَت:

ہندُو مت اور اسلام کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے برپا کی گئی
تحریک کا نام "سِکھ مت" ہے، جس کے بانی "گرونانک" ہیں، یہی وجہ ہے کہ سکھوں کی
کتابوں کے اندر جہاں ایک طرف اللہ اور محمد کی حمد وثنا ملے گی، وہیں ہنُدو دیوی دیوتاؤں
کے گُن گان کی بھی بکثرت ملتے ہیں۔

عیسائیت:

عیسائیت کا بانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مانا جاتا ہے؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس
مذہب حق کی شروعات سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کی تھی وہ آپ کے آسمان پر
اٹھائے جانے کے چند روز بعد ہی انسانوں کی تحریفات کا شکار ہو کر اپنی اصلی روح کھو بیٹھا
آج کی عیسائیت کو آپ علیہ السلام کی تعلیمات سے دور کا بھی واسطہ نہیں، اس عیسائیت کا
بانی تو "سینٹ پول" ہے، جس نے اصل دین میں ردّوبدل کر دیا اور ایک نئے دین کو
ایجاد کرکے اُس کی نسبت حضرت مسیح علیہ السلام کی جانب کر دی، آج عیسائیت کی پہچان
عقیدۂ تثلیث سے کی جاتی ہے، یعنی ایک عیسائی مانتا ہے کہ تین اقنوم: باپ، بیٹا اور روح

القدس، ایک خدا ہیں اور تینوں اپنی ذات میں بھی الگ الگ خدا ہیں، یعنی تین ایک ہے اور ایک تین ہے، اگرچہ یہ نظریہ واضح تضاد پر مبنی ہے تاہم دنیا کے تمام عیسائیوں کا اس پر ایمان ہے۔(تفصیلات کے لیے دیکھیے، عیسائیت کیا ہے؟ از مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہ العالیہ)

پوسٹ ماڈرن ازم:

پوسٹ ماڈرن ازم کو اردو میں "مابعد جدیدیت" کہا جاتا ہے، یہ نظریہ ماڈرن ازم (جدیدیت) کے رد عمل کے طور پر وجود میں آیا، اس نظریہ کے مطابق غلط و صحیح کی بحث موضوعی ہے، دو متضاد اشیاء، خیالات اور نقطہائے نظر بیک وقت درست ہو سکتے ہیں، اس نظریہ کے مطابق حقیقت اپنا کوئی وجود نہیں رکھتی، عوام بدلتی ہے تو حقیقت بھی بدل جاتی ہے، جب کہ مذہب اسلام کا دعویٰ یہ ہے کہ سچائی مطلق (absolute) اور معروضی وجود رکھتی ہے، مابعد جدیدیت کا سب سے نمایاں اثر یہ ہے کہ نظریات، افکار، آفاقی صداقت، مقصدیت اور آئیڈیالوجی سے لوگوں کی دلچسپی ختم سی ہوتی جارہی ہے، مابعد جدیدیت دور کے انسان کے پاس نہ کوئی آدرش ہے اور نہ کوئی اصول، اسی لیے اس نظریہ کے مبلغین اس دور کو "ایج آف نو آئیڈیالوجی (Age of no ideology) قرار دے رہے ہیں، مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہ ایک خطرناک بات ہے کہ انسان اصول وعقائد پر سے یقین کھو دے، پوسٹ ماڈرن ازم کے دور میں مذہب کے سامنے سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ وہ اپنے وجود کو کیسے ثابت کرتا ہے جبکہ مطلق سچائی کی بنیاد کو ہی تسلیم نہیں کیا جاتا۔(تفصیل کے لیے دیکھیے: پوسٹ ماڈرن ازم اور اسلام)

سائنٹزم:

سائنس "تجربات و مشاہدات کی روشنی میں کائنات کا منظم و مربوط مطالعہ رنے کا نام ہے۔" گویا سائنس کا دائرہ کار طبعیات تک محدود ہے اور سائنٹزم صرف بعی سائنس (Natural Science) کو علم کا واحد ذریعہ ماننے کا نام ہے آسان

لفظوں میں سائنس میں حد درجہ غلو کو سائنٹزم کہا جاتا ہے، مختلف لوگوں نے سائنٹزم کو بیان کیا ہے جیسا کہ "سررچرڈ ولیم" لکھتے ہیں:

Only certifiably scientific knowledge counts as real knowledge. (Robinson, Daniel N., and Richard N. Williams, eds. Scientism: The New Orthodoxy. Bloomsbury Publishing, 2015.P.6)

"صرف سائنسی طور پر مصدقہ علم ہی حقیقی علم شمار ہوتا ہے۔"

اس بیان کی روشنی میں تمام مابعد الطبعیاتی حقائق قابلِ انکار ہوں گے اگرچہ وہ کتنے ہی معقول ہوں، یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ سائنس کی بنیاد انسانی تجربات ومشاہدات ہیں اور ماورائے تجربات ومشاہدات حقائق، سائنس کے دائرہ تحقیق میں نہیں آتے، اسی لیے سائنس کے لیے ان کا انکار بھی ممکن نہیں، بس جو لوگ سائنس کو بنیاد بنا کر خدا، جنت و جہنم ملائکہ و جنات کا انکار کرتے ہیں، وہ غلو پسند ہیں انہیں سائنس داں کہنے کے بجائے شدت پسند "سائنٹسٹک" کہا جانا مناسب ہے۔

اورینٹلزم / استشراق:

غیر مشرقی لوگوں کے ذریعے مشرقی لوگوں کی تہذیب و تمدن، نظریات، خیالات اور اُن کے عقائد ومذاہب کا مطالعہ کرنے کو "استشراق کہا جاتا ہے۔"

مستشرقین نے اسلام کے مآخذ: قرآن وسنت، عقائد ونظریات، احکامات ومسائل، طرزِ حیات اور پیغمبر اعظم ﷺ کی ذاتی و رسالتی زندگی کے تعلق سے بے شمار رکیک شبہات، بے جان تشکیکات اور بے جا اعتراضات کو جنم دیا ہے، جن سے متاثر ہو کر نہ جانے کتنے ہی لوگوں نے اپنی گردنوں سے صحیح وثابت اسلام کا قلادہ اُتار کر خود کو ناکام ونامراد بنایا ہے۔ علمائے اسلام نے مستشرقین کی جانب سے ڈالے گئے اسلام کے صاف و شفاف چہرے پہ حجابات کو رفع کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے، جیسا کہ اُن کی کتب اس کی گواہ ہیں۔

❑❑❑

بابِ دوم

صاحبانِ ادیانِ باطلہ سے گفتگو کے اصول

تمہید

ملحدین، معاندین، تشکّکین اور منحرفین، حق کے خلاف اپنے اعتراضات و شبہات اور استدلالات میں جو بنیادی غلطیاں کرتے ہیں، انہیں ہم چند مراحل میں سمجھنے کی کوشش کریں گے، اِن مراحل کو سمجھنے کے بعد معترضینِ اسلام سے گفتگو کا سلیقہ آئے گا اور ان کی جانب سے پھیلائے گئے اعتراضات و شبہات کے ساتھ تعامل (ڈیل) کرنے کے اصول بھی معلوم ہوں گے، اسی لیے مندرجہ ذیل مراحل کو دوسرے الفاظ میں "اصول" بھی کہا جاسکتا ہے، اِن اصولوں میں سے ہر ایک اصل تنہا ہی اسلام کے خلاف پیدا کیے گئے بہت سے شبہات کی عمارت کو ڈھا دینے کے لیے کافی ہے۔

پہلا مرحلہ:

اصول نمبر (۱): پہلے مرحلے میں یہ بات یقینی بنالیں کہ مدِّ مقابل کی جانب سے پیش کیا گیا شبہ یا اعتراض اصول اسلام کے معارض بھی ہے یا نہیں؟

تعصب زدہ مشکّکین اکثر مواقع پر کوئی شبہ اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ سُننے اور دیکھنے والے کو لگتا ہے کہ وہ اسلام کے معارض ہے؛ حالانکہ حقیقت میں وہ اسلام کے معارض نہ ہو کر خود معترض کی اس بات کے خلاف ہوتا ہے، جو اس نے خود گھڑ کر اسلام کے ساتھ چسپاں کر دی ہو۔

مثال (۱) "کیا اسلام بُت پرست دین ہے؟":

اس کی مثال آریہ سماجیوں کا یہ کہنا ہے کہ اسلام ایک بُت پرست دین ہے؛ کیوں کہ مسلمان کعبہ شریف اور حجرِ اسود کی عبادت کرتے ہیں۔

درجِ بالا مثال میں ایک نظریہ وضع کیا گیا کہ مسلمان حجرِ اسود اور کعبہ شریف کی عبادت کرتے ہیں، پھر اسی وضع کردہ نظریہ کو مسلمانوں کا مذہب بنا کر اسلام کو وثنی

اور بت پرست دین قرار دے دیا گیا؛ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی خانہ کعبہ اور حجرِ اسود کی عبادت کرے، وہ مسلمان نہیں۔

اس قسم کے شبہات و تشکیکات، چوں کہ کذب بیانی اور تلبیس پر مبنی ہوتے ہیں، اسی لیے ایسے مواقع پر شبہات کو رَد کرنے کے بجائے برأت ظاہر کر دینی چاہیے اور سادہ لوح عوام کو تشکیک میں پڑنے سے بچانے کے لیے فریق مخالف کے جھوٹ، فریب اور اس کی تلبیس کو بیان کرنا چاہیے، مثلاً: مندرجہ بالا شبہ کے وقت بلا تأمل کہہ دینا چاہیے کہ الحمد للہ، ہم مسلمان نہ کعبہ کی عبادت کرتے ہیں اور نہ حجرِ اسود کی؛ بلکہ مسلمانوں کا اعتقاد تو یہ ہے کہ شرک وبُت پرستی کی جتنی مخالفت قرآن وحدیث نے کی ہے دنیا کی کسی اور مذہبی کتاب نے نہیں کی اور تمہارا یہ کہنا کہ "مسلمان کعبہ اور سیاہ پتھر کی عبادت کرتے ہیں"، تو یہ سراسر تلبیس پر مبنی ہے، حقیقت یہ ہے کہ مسلمان کعبہ کا طواف کرتے ہیں اور مرکزیت وتنظیم کے لیے اُس کی جانب رُخ کرکے نماز پڑھتے ہیں، مسلمانوں نے ابتدائے اسلام میں اِسی تنظیم و مرکزیت کے حصول کے لیے بیت المقدس کی جانب رُخ کرکے بھی نماز پڑھی ہے؛ حالاں کہ اُس وقت کعبہ موجود تھا اور جب کعبہ کی جانب نماز پڑھنے کا حکم ملا، تو اس کی چھت پر چڑھ کر اذان بھی دی ہے، بھلا کون سا مذہب اپنے ماننے والوں کو معبود پر چڑھ کر پوجا کرنے کی اجازت دیتا ہے؟ ہاں! کعبہ شریف مسلمانوں کے لیے مرکزِ اتحاد ہے اس کی عظمت اپنی جگہ ہے؛ مگر احترام اور عبادت میں لزوم نہیں، ایسا ہو سکتا ہے کہ ہم کسی چیز کا احترام تو کریں، اُس سے عقیدت بھی رکھیں؛ لیکن اُس کی عبادت نہ کریں، جیسے: والدین ہیں کہ تمام مسلمانوں کو اُن کی عزت واحترام کا حکم ہے؛ لیکن کوئی مسلمان یہ نہیں کہتا کہ ماں باپ کی عزت اُن کی عبادت میں ہے، پس عظمت وعبادت میں مِن وجہٍ اختلاف ہے، کہیں عبادت اور عظمت دونوں پائی جائیں گی اور کہیں صرف عظمت واحترام پایا جائے گا نہ کہ عبادت۔

حجرِ اسود کی عبادت کی حقیقت؟:

رہا مسئلہ حجرِ اسود کی عبادت کا، تو ہم ایسے لوگوں کو بھی مسلمان نہیں کہیں گے، جو حجرِ اسود کی عبادت کریں، ہاں! یہ الگ بات ہے کہ کعبہ میں نصب اُس پتھر کے بوسے کو اپنی کم فہمی اور کم علمی کی وجہ سے عبادت سمجھ لیا گیا ہے؛ حالاں کہ حجرِ اسود کو چُومنا صرف رسالت مآب ﷺ کی پیروی اور اتباع میں ہے، اگر پیغمبر اسلام ﷺ حجرِ اسود کو نہ چُومتے، تو وہ کبھی نہ چُوما جاتا، آنکھیں کھولنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مندرجہ ذیل قول ہی کافی ہے: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَرْجِسَ قَالَ رَأَيْتُ الْأَصْلَعَ يَعْنِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يُقَبِّلُ الْحَجَرَ وَيَقُولُ وَاللهِ إِنِّي لَأُقَبِّلُكَ وَإِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ وَأَنَّكَ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ وَفِي رِوَايَةِ الْمُقَدَّمِيِّ وَأَبِي كَامِلٍ رَأَيْتُ الْأُصَيْلِعَ۔ (صحیح مسلم:۵۷۵)

حضرت عبد اللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حجرِ اسود کو بوسہ دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں: "اللہ کی قسم! اے حجرِ اسود! میں تجھے بوسہ دے رہا ہوں اور میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نہ تو نقصان دے سکتا ہے اور نہ ہی تو نفع دے سکتا ہے اور اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا، تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔"

اس قسم کے شبہات کی حیثیت محض الزامات کی سی ہوتی ہے۔

دوسرا مرحلہ: اصول (۲) یہ یقینی بنالیا جائے کہ اعتراض حقیقت کو بگاڑ کر یا توڑ مروڑ کر پیش نہیں کیا گیا ہے:

بہت سی مرتبہ معترضین اصل حقائق کو توڑ مروڑ کر اور اُن کی حقیقی صورتوں کو بگاڑ کر زبردستی کوئی اعتراض پیدا کرتے ہیں، جس سے مقصود الزام تراشی، مغالطہ آرائی اور بدگمانیاں پھیلانا ہوتا ہے۔

مثال- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اقرباء پروری کا الزام:

بہت سے مستشرقین اور اہلِ اسلام میں سے منحرفین کہتے ہیں: کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ انہوں نے فلاں فلاں موقعوں پر اپنے فلاں فلاں رشتے دار کو اموال سے نوازا ہے اور ایک عہدے دار شخص کا عہدے پر رہتے ہوئے اپنے رشتے داروں پر اس قسم کی دریادلی اقرِباء پروری کہلاتی ہے، جو کہ بُرا عمل ہے۔(سُبۡحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر اقرِباء پروری کے الزام کی حقیقت:

اس قسم کے اعتراضات کے ساتھ وہی معاملہ ہوگا، جو پہلے مرحلے میں ہوا تھا، فریقِ مخالف سے کہا جائے گا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی اقرِباء پروری سے پاک اور بری ہے، رہا مسئلہ رشتے داروں کو نوازنے کا، تو یہ خلیفہ بننے کے بعد ہی نہ تھا؛ بلکہ آپ پہلے سے ہی متمول اور ثروت ومال والے تھے، آپ کی ذات گرامی نہایت سخی واقع ہوئی تھی اور چوں کہ اسلام رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے، اسی لیے آپ ہمیشہ سے ہی اپنے اقرباء پر ابرِ کرم کی طرح بطور صلہ رحمی مال کی بارش کیا کرتے تھے، نیز خلیفہ بننے کے بعد رشتے داروں کو نوازنا، بیت المال میں سے نہ تھا؛ بلکہ اپنے ذاتی مال میں سے تھا؛ چناں چہ آپ نے اپنے محاصرے کے دنوں میں باغیوں کے سامنے اس حقیقت کو واضح کر دیا تھا، آپ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا: وقالوا إني أحب أهل بيتي واعطيهم فأما حبي فإنه لم يمل معهم علي جور بل أحمل الخفوق عليهم وأما اعطاءهم فإني ما أعطيهم من مالي، ولا استحل أموال المسلمين لنفي ولا لأحد من الناس، ولقد كنت أعطى العطية الكبيرة الرغيبة من صلب مالي ازمان رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وعمر وانايو مئذ شحيح حريص افحين أتيت علي أسنان أهل بيتي وفنى عمري وودعت الذي لي في أهلي، قال الملحدون ماقالوا۔

"یہ لوگ کہتے ہیں کہ میں اپنے اہل خانہ سے محبت کرتا ہوں اور اُن کو دیتا دلاتا ہوں، تو ہاں میں محبت کرتا ہوں؛ لیکن اُن کی محبت مجھ کو، ناانصافی پر آمادہ نہیں کرسکتی؛ بلکہ میرے اہل بیت پر جو کچھ حقوق ہیں، وہ اُن سے دِلواتا ہوں، رہا اُن کو دینا دلانا، تو جو کچھ میں اُن کو دیتا ہوں، وہ اپنے مال میں سے دیتا ہوں، مسلمانوں کا مال تو میں نہ اپنے لیے حلال سمجھتا ہوں اور نہ کسی اور کے لیے، میں عہدِ نبوی اور اس کے بعد عہدِ شیخین میں بڑے بڑے عطیات اپنی کمائی میں سے دیا کرتا تھا؛ حالاں کہ میں اس زمانے میں کفایت شعار تھا، تو پھر اب جب کہ میں اپنے خاندان کی اوسط عمر کو پہنچ چکا ہوں اور زندگی پوری ہوگئی ہے اور میرے پاس جو کچھ تھا، وہ میں اپنے گھر والوں کو دے چکا ہوں یہ ملحد اور خداناشناس جو جی میں آتا ہے کہہ ڈالتے ہیں۔ (طبری: ۴؍۳۴۷-۳۴۸)

تیسرا مرحلہ: اصول (۳) "یہ یقینی بنالیں کہ معترض اسلام کے خلاف کوئی دعویٰ بلا دلیل نہ کرے":

اسلام، اصولِ اسلام اور اس کی تعلیمات کی تنقید میں پیدا کیے گئے شبہات و اعتراضات دو حال سے خالی نہیں:

(۱): یا تو وہ مطلق دعاوی ہوتے ہیں، جن کے اثبات میں مخالفینِ اسلام کی جانب سے کوئی دلیل قائم نہیں کی جاتی۔

(۲): یا مخالفینِ اسلام اپنے دعووں پر دلائل بھی دیتے ہیں۔

اگر پہلی صورت ہے (کہ معترض اسلام کے خلاف کوئی دعویٰ کرتا ہے؛ لیکن دلیل نہیں دیتا) تو صاحب شبہ سے دلیل کا مطالبہ کیا جائے گا، اگر وہ دلیل دیتا ہے تو فبہا گفتگو آگے بڑھائی جائے گی اور اگر دلیل لانے سے قاصر رہتا ہے، تو اُس کا دعویٰ ساقط الاعتبار ہوگا؛ کیوں کہ منطق کا قاعدہ ہے کہ دعویٰ بلا دلیل قبول نہیں کیا جاتا، دنیا کی کوئی بھی عدالت "شامُو" کو محض اس وجہ سے مجرم نہیں ٹھہرا سکتی کہ "رام" نے اس کے

چور ہونے کا دعویٰ کیا ہے، جب تک کہ "رام" "شامُو" کی چوری پر کوئی ثبوت اور دلیل قائم نہ کردے، اسی وجہ سے پیغمبر اسلام ﷺ نے ارشاد فرمایا: "البینۃ علی المدعی "یعنی دلیل دعویٰ کرنے والے کے ذمے ہوتی ہے۔ (سنن الترمذی: ۱۳۴۱، کتاب الام للشافعی: ۱:۲۷/۸ السنن الصغیر للبیہقی: ۴/۱۸۹- عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

یہی وجہ ہے کہ اہل علم، مدعی کے دلیل پیش نہ کرسکنے کو اس کی شکست فاش مانتے ہیں۔

مثال- قرآن میں "اَمرؤُالقیس" کے اشعار کی نقل کا دعویٰ:

ملحدین و نصاریٰ کہتے ہیں: کہ قرآن میں "اَمرؤُ القیس" کے مندرجہ ذیل اشعار کی نقل ہے:

دنت الساعۃ وانشق القمر	عن غزال صاد قلبی و نفر
أحور قد حرت فی أوصافه	ناعس الطرف بعینه حور
مرّ یوم العید بی فی زینة	فرمانی فتعاطی فعقر
بسهم من لحاظ فاتک	فرّ عنی کهشیم المحتظر
وإذا ما غاب عنی ساعة	کانت الساعة ادهی وأمر

سورۂ قمر کی آیت نمبر ایک پہلے شعر کے پہلے مصرعے کی نقل ہے، سورۂ قمر کی آیت نمبر ۲۹/ دوسرے شعر کے پہلے مصرعے کی نقل ہے، سورۂ قمر آیت نمبر ۳۱/ دوسرے شعر کے دوسرے مصرعے کی نقل ہے، جب کہ سورۂ قمر آیت نمبر ۴۶/ آخری شعر کے پہلے مصرعے کی نقل ہے۔ (تمام اشعار لکھنے کے بجائے متعلقہ اشعار لکھ دیئے گئے ہیں، از راقم)

ایسے مواقع پر دفاع کرنے اور صفائی دینے کے بجائے فریق مخالف سے فوراً دلیل کا مطالبہ کرنا چاہیے، لہٰذا ہم مذکورہ شبہ پر ملحدین و نصاریٰ سے مطالبہ کریں گے کہ وہ اپنے اس دعویٰ پر دلیل قائم کریں کہ مذکورہ اشعار واقعتاً "امرؤالقیس" کے ہیں اور قرآن نے اُن کی نقل کی ہے۔

قرآن میں ''امرؤ القیس'' کے اشعار کی نقل کے دعوے کی پول کھول:

قارئین کو یہ جان کر حیرانی ہوگی کہ اِن اشعار کا سِرے سے کوئی وجود عربی زبان و ادب میں پایا ہی نہیں جاتا، ''دیوانِ امرؤ القیس'' کی کسی بھی طباعت میں یہ ابیات موجود نہیں، ''امرؤ القیس'' اپنے فن میں نابغہ روزگار تھا، ماہرین زبان و ادب جانتے ہیں کہ وہ اِس قدر غیر فصیح کلام نہیں کہہ سکتا، اِن اشعار کی رکاکت، بے معنیٰ پن اور پھسپھساپن خود اِس بات کی چغلی کر رہا ہے کہ یہ ''امرؤ القیس'' کے اشعار نہیں ہیں، ''امرؤ القیس'' کے اشعار ایسے ہوتے ہیں کہ غیر عربی دان شخص بھی سُن کر جھومنے لگ جائے، آج کل سوشل میڈیا پر ''اقبال و غالب'' کے نام سے ایسے مضحکہ خیز اشعار نظر سے گُذرتے ہیں کہ جنہیں پڑھ کر خود ''اقبال و غالب'' کی رُوحیں بھی سر پکڑ کر بیٹھ جائیں، ''امرؤ القیس'' کی جانب منسوب مذکورہ اشعار کی بھی یہی حیثیت ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی منچلے نے تکّہ آزمائی کرتے ہوئے اپنے اشعار کو ''امرؤ القیس'' کی جانب منسوب کر دیا ہے، ''امرؤ القیس'' کے دیوان کے کئی نسخے ہیں جیسے: ''الاعلم الاشنتمری کا نسخہ، الطوسی کا نسخہ، السکری کا نسخہ، البطلوسی کا نسخہ، ابن النحاس کا نسخہ''؛ لیکن یہ ابیات کسی بھی نسخے میں موجود نہیں، ''امرؤ القیس'' کے اشعار نُزولِ قرآن کے وقت کوئی پوشیدہ خزانہ نہیں تھے، اگر (نعوذ باللہ) قرآن میں اس کے اشعار کی نقل کی گئی ہوتی، تو اہلِ عرب فوراً چوری کا الزام لگاتے؛ لیکن رسالت مآب ﷺ کی پوری زندگی میں آپ پر ایسا کوئی الزام نہیں لگایا گیا، قارئین کو بے ساختہ ہنسی آگئی ہوگی یہ دیکھ کر کہ زمانۂ جاہلیت کا ایک شاعر اپنے اشعار میں اسلامی تہوار ''عید'' کا تذکرہ کر رہا ہے، جب کہ عید اسلامی تہوار ہے، برائے تفنن طبع یہ کہا کہ جاسکتا ہے کہ مذکورہ ابیات نزولِ قرآن سے تقریباً نصف صدی قبل وفات پانے والے ''امرؤ القیس'' کے اشعار نہ ہو کر، ''امرؤ القیس'' نامی کسی مسلمان کے ہیں اور یہ صرف مزاح نہیں ''امرؤ القیس'' کے نام سے کئی شعراء کا تذکرہ کُتُبِ تاریخ میں ملتا ہے۔

مثال (۲): اسلام پر دہشت گردی کا الزام:

"اسلاموفوبز" اکثر اسلام کو بدنام کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ اسلام ایک دہشت گرد مذہب ہے (نعوذ باللہ) اور اپنے اس دعوے پر کوئی دلیل بھی نہیں دیتے، لہٰذا اس قسم کے شبہات سے تعامل کا منطقی طریقہ یہ نہیں کہ اسلام کی رواداری و سماحت پسندی بیان کی جائے؛ بلکہ درست رویہ یہ ہے کہ الزام تراش "اسلاموفوبز" سے اپنے اس دعوے پر دلیل کا مطالبہ کیا جائے، اگر وہ دلیل دیتے ہیں، تو گفتگو آگے جاری رکھی جائے اور اگر دلیل لانے سے قاصر رہتے ہیں، تو ان کا دعویٰ سرے سے ساقط اور غیر معتبر ہوگا، مطلق دعوے کو مان لینے کی صورت میں دلیل و برہان کی حیثیت ہی بے معنیٰ ہو جاتی ہے؛ کیوں کہ دعویٰ بلا دلیل کے مقابلے میں دوسرا دعویٰ بلا دلیل پیش کیا جا سکتا ہے، ایسی صورت میں حقائق تک رسائی ناممکن ہو جائے گی۔

چوتھا مرحلہ: اصل (۴) یقینی بنائیں کہ معترض کی جانب سے اپنے دعوے پر قائم کی جانے والی دلیل فی نفسہ ثابت ہے یا نہیں۔

کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ مخالفینِ اسلام دعویٰ کرتے ہیں اور دلیل بھی دیتے ہیں؛ لیکن دلیل فی نفسہ ثابت نہیں ہوتی یا اِس قدر کمزور ہوتی ہے کہ وہ دعوے کو کوئی سہارا نہیں دے سکتی، زیادہ تر معترضینِ اسلام، مآخذ اسلام کے تئیں تشکیکات و شبہات پھیلانے کی غرض سے اپنے دعووں میں ایسے دلائل سے استدلال کرتے ہیں، جو درجہ ثبوت سے ساقط اور فی نفسہٖ غیر صحیح ہوتے ہیں۔

مثال (۱) منکرین حدیث کا استدلال:

منکرین حدیث دعویٰ کرتے ہیں کہ احادیث حجت نہیں ہیں؛ کیوں کہ کُتُبِ احادیث میں ایسی روایات بھی ہیں، جن کو وہ اپنے گمان میں شانِ رسالت مآب ﷺ کے خلاف سمجھتے ہیں، جیسے کہ امام بخاریؒ نے ایک روایت اپنی کتاب میں ذکر کی ہے، جو بتاتی

ہے کہ فترتِ وحی کے زمانے میں رسول اللہ ﷺ اتنے غمگین ہوئے کہ آپ نے پہاڑ کی چوٹی سے گر کر خود کشی کرنے کا ارادہ کیا، منکرینِ حدیث کہتے ہیں کہ دیکھو! بخاری کی صحت پر تم اتفاق رکھتے ہو اور بخاریؒ نے اس قسم کی گستاخانہ روایات بھی ذکر کی ہیں، جب احادیث کے سب سے مستند مجموعے کی یہ حالت ہے، تو باقی مجموعوں کی کیا حالت ہو گی؟

آنحضرت ﷺ کے ارادۂ خود کشی کی حقیقت:

مذکورہ شبہ کی حقیقت بیان کرنے سے پہلے حدیث مع ترجمہ لکھی جارہی ہے: وَفَتَرَ الْوَحْيُ فَتْرَةً حَتَّى حَزِنَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فِيمَا بَلَغَنَا حُزْنًا غَدَا مِنْهُ مِرَارًا كَيْ يَتَرَدَّى مِنْ رُءُوسِ شَوَاهِقِ الْجِبَالِ، فَكُلَّمَا أَوْفَى بِذِرْوَةِ جَبَلٍ لِكَيْ يُلْقِيَ مِنْهُ نَفْسَهُ، تَبَدَّى لَهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ حَقًّا. فَيَسْكُنُ لِذَلِكَ جَأْشُهُ وَتَقِرُّ نَفْسُهُ فَيَرْجِعُ، فَإِذَا طَالَتْ عَلَيْهِ فَتْرَةُ الْوَحْيِ غَدَا لِمِثْلِ ذَلِكَ۔ (صحیح البخاری ۶۹۸۲ کتاب التعبیر)

ایک مدت تک وحی نازل ہونا بند ہو گئی، جس سے رسول اللہ ﷺ اتنے غمگین ہو گئے (جیسا کہ ہمیں خبر پہنچی ہے) کہ کئی بار بلند و بالا پہاڑ کی چوٹی پر تشریف لے گئے کہ وہاں سے لڑھک جائیں؛ لیکن جب آپ کسی پہاڑی پر پہنچتے کہ وہاں سے نیچے کود جائیں، جبریل علیہ السلام نمودار ہوتے اور فرماتے: "اے محمد ﷺ! آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں۔" اور اس کی وجہ سے آپ کا اضطراب تھم جاتا، نفس کو قرار آجاتا، پھر جب وحی کی بندش طول پکڑ جاتی، آپ اسی طرح پہاڑ پر جاتے؛ لیکن جبریل علیہ السلام آکر آپ کو تسلی دیتے اور آپ تھم جاتے۔

یہ ان روایات میں سے ایک ہے، جن کو بنیاد بنا کر حجیتِ احادیث کے تعلق سے شکوک و شبہات پھیلانے کی ناپاک کوششیں کی جاتی ہیں۔

منکرینِ حدیث نے اپنے دعوے کے اثبات میں جس روایت کو دلیل بنایا ہے، سچ یہ ہے کہ وہ روایت از روئے نقل ثابت نہیں؛ کیوں کہ یہ حدیث سنداً منقطع ہے، خود امام بخاری نے اس حدیث کو موصولاً ذکر کیا ہے، جس میں خود کشی کا ذکر نہیں ہے، بعدہٗ

منقطع سند لے کر آئے ہیں، ہاں! یہ بات بالکل درست ہے کہ بخاری کی صحت پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے؛ لیکن یہ یاد رہے کہ یہ بات امام بخاریؒ کی بیان کردہ ان روایات کی حد تک درست ہے جو آپ سند متصل کے ساتھ لاتے ہیں، باقی وہ احادیث جو امام بخاریؒ بلاغاً لاتے ہیں، اُن کا امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق ہونا ضروری نہیں۔

مذکورہ روایت میں "حزن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" سے قبل "فیما بلغنا" کا لفظ موجود ہے، جس کے قائل، امام زہریؒ ہیں۔ (فتح الباری: ۱۶/۲۹۰)

لہٰذا یہ حدیث ابنِ شِہاب زُہریؒ سے امام بخاریؒ نے بلاغاً روایت کی ہے، موصُولاً نہیں، بہ الفاظِ دیگر روایت میں "خُود کُشی" کے الفاظ کی زیادتی امام زُہریؒ کے بلاغات میں ہے اور بلاغاتِ زُہری قابلِ قبول نہیں۔

❖ مفتی سعید احمد پالنپوریؒ کی رائے بلاغات زُہری کے بارے میں:

استاذِ محترم شیخ الحدیث حضرت مفتی سعید پالنپوری قدس سرہٗ مذکورہ روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے بلاغاتِ زُہری کے سلسلے میں فرماتے ہیں: "یہ روایت غالباً صحیح نہیں، اس لیے کہ یہ ابنِ شِہاب زُہریؒ کی مُرسل روایت ہے اور ابنِ شہاب زُہری کے مراسیل بالاتفاق ضعیف ہوتے ہیں، وہ "شِبۡهُ لَا شَيۡءٍ" ہوتے ہیں، یعنی صرف پرچھائی ہوتے ہیں، حقیقت میں کچھ نہیں ہوتے۔ (تحفۃ القاری شرح البخاری: ۱/۱۳۴، مکتبہ حجاز دیوبند)

خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ روایت میں خود کُشی کی زیادتی ضعیف ہے اور قابلِ استدلال نہیں، لہٰذا منکرینِ حدیث اِس روایت کو دلیل میں پیش کرنے کے مجاز نہیں۔

مثال (۲) "قصۂ غرانیق" سے استدلال:

مُلحدین اور مذہب بیزار لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی معتبر نہیں؛ کیوں کہ شیطان بتوں کی تعریف پر مبنی کلمات نبیِ معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جاری کرا دیا کرتا تھا۔ نعوذ باللہ۔ اور اپنے اِس دعوے پر "قصۂ غرانیق" سے

استدلال کرتے ہیں، جس سے وحی کی حیثیت مخدوش ہو جاتی ہے، اس قصے کی تفصیل طبری میں موجود ہے:

رسول اللہ ﷺ قریش کی اسلام سے بے رغبتی پر انتہائی افسردہ و غمگین تھے اور قریش کے جانب سے دعوتِ اسلام کو پذیرائی حاصل نہ ہونے پر سخت مایوس تھے، آپ کے دل میں شدّت سے یہ تمنا تھی کہ اللہ کی جانب سے کوئی ایسا کلام نازِل ہو، جو مُوَحّدین اور مُشرکین کے درمیان دُوری کو قُربت میں تبدیل کر دے۔

ایک مرتبہ پیغمبرِ اسلام بیت اللہ میں قریش کی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ پر اللہ کی جانب سے وحی کا نُزول شروع ہوا اور آپ نے سورۂ نجم کی قراءت شروع کی اور جب ان آیات تک پہنچے: "اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰی۔ وَ مَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی۔" "کیا تم لوگوں نے لات اور عزّیٰ کو دیکھا اور تیسری اِس دیوی منات کو۔" تو شیطان نے آپ ﷺ کی زبان سے یہ الفاظ جاری کرا دیے: "تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی وَاِنَّ شَفَاعَتَھُنَّ لَتُرتَجٰی۔" "یہ لات و منات لمبی لمبی گردنوں والے بہت بلند پائے کے بُت ہیں اور یقیناً اُن کی شفاعت بھی اللہ کے ہاں قبول کی جائے گی۔" (طبری، ص:۱۰۸)

مُشرکین آپ ﷺ کی زبان سے اپنے معبودوں کے لیے یہ الفاظ سُن کر انتہائی مسرُور ہوئے۔ پیغمبرِ اسلام نے اپنی تلاوت مکمل کرنے کے بعد سجدۂ تلاوت کیا، تو اُس مجلس میں موجود تمام مشرکین بھی سجدہ ریز ہو گئے اور بیت اللہ میں موجود کوئی بھی مومن اور مشرک ایسا نہ بچا، جو سجدہ ریز نہ ہوا ہو۔ (طبری، ص:۱۰۹)

محمد ﷺ کے بُت پرستوں کے ساتھ یہ دوستانہ تعلقات تھوڑی دیر ہی رہے، جلد ہی اُنہیں بتا دیا گیا کہ بتوں کی تعریف میں آیات، اللہ کی طرف سے نازل نہیں ہوئیں؛ بلکہ یہ شیطان کی طرف سے تھیں، پھر شام کو جبرئیل علیہ السلام، پیغمبر محمد ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا: کہ "اے محمد ﷺ! آج آپ نے یہ کیا کیا؟ آج آپ نے قریش کے سامنے وہ کلام، تلاوت کیا، جو آپ پر اللہ کی طرف سے نازل ہی نہیں ہوا تھا،

یہ سُن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے حد غمگین ہو گئے اور آپ پر خشیتِ الٰہی کی کیفیت طاری ہو گئی،
اللہ کو آپ پر رحم آیا اور آپ کی تسلی کے لیے یہ آیت نازل کی: وَ مَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ
قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّلَا نَبِىٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلۡقَى الشَّيۡطٰنُ فِىۡۤ اُمۡنِيَّتِهٖ‌ ۚ فَيَنۡسَخُ
اللّٰهُ مَا يُلۡقِى الشَّيۡطٰنُ ثُمَّ يُحۡكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ‌ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ۔
ترجمہ: اور ہم نے آپ سے پہلے بھی جو رسول اور نبی بھیجے، تو ان کو بھی یہ بات پیش آئی
کہ جب انھوں نے کچھ پڑھا تو شیطان نے (کافروں کے دل میں) کوئی شبہ ڈال دیا، پس
اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہ کو مٹا دیتے ہیں، پھر اپنی آیتوں کو پختہ فرما دیتے ہیں
، اللہ خوب علم والے اور بڑی حکمت والے ہیں۔ (سورۂ حج:۵۲)

(تاریخ طبری، ص:۱۱۱-۱۰۸؛ تفسیر بغوی، تحت سورۂ حج:۵۲)

"قصہ غرانیق" کی حقیقت:

جواب یہ ہے کہ "قصہ غرانیق" سِرے سے ثابت نہیں، اوّلاً صحت کا التزام
کرنے والے کسی بھی مُحدّث نے اِس قصے کو ذکر نہیں کیا ہے۔

یہ کہانی امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں لکھی ہے۔ (جامع البیان عن تاویل آي القرآن)

اور فرمایا ہے: "لم یدخله البخاري ولا مسلم ولا ذکره في علميّ مصنّف
مشهور۔" "یعنی اس کہانی کو نہ امام بخاری نے ذکر کیا ہے اور نہ امام مسلم نے اور نہ کسی
مشہور علمی کتاب میں اس کہانی کا ذکر موجود ہے۔"

یہ قصہ تاریخِ طبری میں ہے؛ لیکن تاریخ طبری میں ہر قسم کی رطب ویابس
روایات موجود ہیں، خود علامہ طبری کتاب کے مُقدمے میں رقم طراز ہیں: "میں نے
اس کتاب میں جو کچھ ذکر کیا ہے، اُس میں میرا اعتماد اپنی اطلاعات اور راویوں کے بیان پر
رہا ہے، نہ کہ عقل و فکر کے نتائج پر، کسی پڑھنے والے کو اگر میری جمع کردہ خبروں اور
روایتوں میں کچھ ناقابلِ فہم اور ناقابلِ قُبول نظر آئے کہ سند کے اعتبار سے کمزور اور
متن کے اعتبار سے بے معنیٰ ہو، تو اُسے جاننا چاہیے کہ میں نے یہ سب اپنی طرف سے

نہیں لکھا ہے؛ بلکہ پچھلے لوگوں سے جو بات مجھے جس طرح پہنچی ہے میں نے اسی طرح آگے نقل کر دی ہے (صحت سند کا التزام نہیں کیا)۔" (تاریخ طبری: ۱/۱۷)

یہ کہانی آنحضرت کی طرف بتوں کی تعظیم کو منسوب کرتی ہے، اسی لیے امام رازیؒ نے فرمایا: "من جوّز على الرسول تعظيم الأوثان فقد كفر، لأنّ من المعلوم بالضرورة أنّ أعظم سعيه كان في نفي الأوثان۔" "یعنی جس شخص نے اللہ کے رسول کے لیے بتوں کی تعظیم کو جائز ٹھہرایا، اُس نے کفر کیا، اس وجہ سے کہ یہ بات بالیقین معلوم ہے کہ آپ ﷺ کی شبانہ روز کی محنتیں بُت پرستی کی نفی کے لیے تھیں۔"

"قصہ غرانیق" کے متعلق علماء کی آراء:

ابنِ کثیر کا کہنا ہے: "ولكنها من طرق كلّها مرسلة ولم أرها مسندة من وجه صحيح۔" کہ "اِس کہانی کے تمام طرق مُرسل ہیں اور میں نے اس کہانی کی کوئی بھی روایت صحیح سند کے ساتھ نہیں دیکھی۔" (تفسیر ابنِ کثیر: ۵/ ۴۴۲-۴۴۱)

علامہ شوکانیؒ لکھتے ہیں: کہ "اس واقعے میں کچھ بھی حقیقت نہیں ہے اور کوئی بھی سند اس روایت کی ثابت نہیں۔ (فتح القدیر: ۵/۱۲۸)

علامہ ابنِ جوزیؒ لکھتے ہیں: یہ واقعہ درست نہیں ہے۔ (زاد المیسر: ۴/ ۳۹۱)

امام قرطبیؒ کہتے ہیں: "هذا الحديث منكر منقطع--- وإنّما أولع به وبمثله المفسّرون والمؤرّخون المولعون بكلّ غريب المتلقفون من الصحف كلّ صحيح وسقيم۔" کہ "یہ حدیث منکر ہے، منقطع ہے، ہر عجیب و غریب چیزوں کے دلدادہ وہ مفسرین اور مؤرخین، جو صحائف سے ہر رطب ویابس اور صحیح و سقیم اُٹھالیتے ہیں، ان جیسی کہانیوں کو دلچسپی سے نقل کرتے ہیں۔" (الجامع لاحکام القرآن، سورۂ حج: ۵۲)

جب امام خُزیمہؒ سے اِس واقعے کے متعلق پوچھا گیا، تو اُنہوں نے کہا: "هذا من وضع الزنادقة۔" کہ "یہ کہانی ملاحدہ وزنادِقہ نے گھڑی ہے۔" (تفسیر الرازی: ۱۱/ ۱۳۴)

امام بیہقیؒ کہتے ہیں: "یہ کہانی ثابت نہیں ہے۔" (تفسیر الرازی ۱۱/ ۱۳۵)

قاضی عیاضؒ کہتے ہیں: ”یہی حقیقت کہ یہ روایت نہ ہی مستند احادیث میں جمع کی گئی اور نہ ہی اس روایت کا کوئی مستند راوی ہے، یہ بات اِس کے ضعیف ہونے کے لیے کافی ہے۔“ (الشفا۲/۱۲۵)

اِن کے علاوہ، امام رازی تفسیرِ رازی میں فرماتے ہیں: ”هذه الرواية باطلة موضوعة۔“ کہ ”یہ روایت باطل ہے، موضوع (گھڑی) ہوئی ہے۔“ (تفسیر رازی: ۱۱/۱۳۵)

قاضی ابو بکر ابن العربیؒ فرماتے ہیں: ”إنَ جميع ما ورد في هذه القصة لأصل له“ کہ ”اس کہانی کے سلسلے میں وارد ہونے والی تمام رویات بے اصل ہیں۔“ (الشفاء: ۲/۱۲۶)

علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں: ”هو مردود عند المحققين۔“ کہ ”یہ کہانی محققین کے نزدیک مردود ہے۔“ (انوار التنزیل و اسرار التاویل، از بیضاوی، سورۃ الحج: ۵۲)

خُلاصۂ کلام یہ ہے کہ مُلحدین و مُستشرقین نے وحی کی حیثیت کو مخدُوش کرنے کے لیے جس قصے کو دلیل بنایا ہے وہ سرے سے ثابت نہیں۔

پانچواں مرحلہ:

اصل (۵) ”معترض کی جانب سے پیش کی جانے والی صحیح و ثابت دلیل کے بارے میں یقینی بنالیں کہ وہ اپنی پیش کردہ دلیل کو درست سمجھا ہے یا نہیں۔“

بعض اہلِ شُبہات اپنے دعوے پر دلیل صحیح قائم کرتے ہیں؛ لیکن دلیل کے تعلق سے اُن کی فہم صحیح نہیں ہوتی؛ چناں چہ وہ اپنے دعوے پر پیش کردہ دلیل کی تشریح و تفسیر ایسی کرتے ہیں کہ وہ لُغت، سِیاق و سباق اور معہُود شرع کے خلاف ہوتی ہے، مخالفینِ اسلام یہ رویّہ کئی بار اختیار کرتے ہیں؛ چناں چہ قرآن کی آیاتِ جنگ کے تعلق سے اُن کے اعتراضات، سِیاق و سباق اور زبان و بیان کے جملہ اصول کی عدم رعایت پر مبنی ہوتے ہیں، لہٰذا مسلم مجُادل کو چاہیے کہ فریق مخالف کی فہم کو صحت و ضعف کی کسوٹی پر پرکھ لے۔

مثال (۱) اہلِ ادیانِ باطلہ کی عدمِ تکفیر:

وَحدتِ ادیان کے مُبلّغین، اسلام کے علاوہ دیگر ادیان سے تعلق رکھنے والوں کی تکفیر نہ کرنے پر مُصِر رہتے ہیں، اُن کا کہنا ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب ہی حق تک رسائی کے وسیلے ہیں، اِس حیثیت سے تمام مذاہب یکساں ہیں، لہٰذا دیگر اہلِ ادیان کو کافر نہ کہا جائے، وہ اپنے اِس دعوے پر استدلال کرتے ہیں سورۂ کافرون کی آیت نمبر ۶ سے، جس میں آنحضرت ﷺ کی زبان حق گو سے کہلوایا گیا: "لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ۔" یعنی "تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین۔"

وجہِ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیتِ پاک میں مشرکینِ مکّہ کو آزاد چھوڑ دیا ہے کہ جس دین کی چاہیں پیروی کریں، اب اگر کوئی شخص اسلام کے علاوہ کوئی دین اختیار کرتا ہے، تو وہ خدا کی ہی اجازت سے کر رہا ہے اور خدا کی دی ہوئی رُخصت پر عمل کرنے والا کافر نہیں ہوتا۔

کیا اسلام کے علاوہ دیگر اہلِ ادیان پر لفظِ "کافر" کا اطلاق درست نہیں؟

مذکورہ مثال میں وَحدتِ ادیان کے مُبلّغین نے اپنے دعوے پر صحیح و ثابت دلیل دی ہے؛ لیکن آیت کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکے؛ کیوں کہ اُنہوں نے آیت کا سِیاق وسباق نظر انداز کر دیا، پس اُن کا مذکورہ اِستدلال آیت کے سِیاق وسباق کے مخالف ہے؛ کیوں کہ اُن لوگوں کو، جن سے "لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ۔" کہا جارہا ہے سورت کے شروع میں ہی "قُلْ يَاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ۔" (اے کافرو!) کہہ کر خطاب کیا گیا ہے، بہ الفاظِ دیگر اُن پر "کافر" کا اطلاق کیا گیا ہے، مزید یہ کہ سورت کا نام ہی "سورۂ کافرون" ہے۔

(اِنتباہ) "کافر" گالی نہیں ہے، جیسا کہ ہمارے بھولے بھالے برادران سمجھتے ہیں اور نہ ہی یہ بات مبنی بر حقیقت ہے کہ اسلام کافروں کو جہاں ملیں وہاں مارنے کا حکم دیتا ہے، جیسا کہ کچھ مفاد پرست اسلام کو بدنام کرنے کے لیے پروپیگنڈہ کرتے ہیں؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کافروں کے ساتھ بھی حُسنِ سُلوک کا ہی حکم کرتا ہے، ناحق کسی کافر کو ستانا بھی اُسی طرح حرام قرار دیتا ہے، جس طرح کسی مسلمان کو۔

مثال(۲) ناقلینِ احادیث پر شانِ رسالت ﷺ میں گستاخی کی تہمت ؟:

بعض لوگ حدیث کے راویوں پر یہ تُہمت لگاتے ہیں کہ اُنہوں نے اپنی روایات میں ایسی باتیں بیان کر دی ہیں، جن سے شانِ رسالت ﷺ میں گُستاخی لازم آتی ہے، کئی روایتوں میں اُنہوں نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ "نبیذ" (بزعم خویش شراب نعوذباللہ) پیتے تھے؛ چناں چہ ایک روایت میں ہے: عن يحيى بن عبيد ابي عمر البهراني، قال: سمعت ابن عباس، يقول: «كان رسول الله ﷺ ينتبذ له اول الليل، فيشربه إذا أصبح يومه ذلك، والليلة التي تجيء، والغد والليلة الأخرى، والغد إلى العصر، فإن بقي شيء سقاه الخادم، أو أمر به فصب. (صحيح مسلم: ۲۰۰۴، دار احياء التراث العربی)

ابو عمر بَہرانیؒ فرماتے ہیں: کہ میں نے حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ ﷺ کے لیے رات میں "نبیذ" بنائی جاتی تھی، تو آپ ﷺ اُسے اگلے روز نوش فرماتے، پھر آنے والی رات کو بھی پیتے، پھر اگلے دن اور رات کو بھی استعمال فرماتے، پھر تیسرے دن کی عصر تک استعمال فرماتے، اگر پھر بھی کچھ بچ جاتا، تو خادِم کو پلا دیتے یا آپ اُسے گرانے کا حکم دیتے۔

کیا "نبیذ" شراب ہے ؟

مذکورہ بالا مثال میں معترضین نے صحیح دلیل پیش کی؛ لیکن اُسے صحیح طور پر سمجھا نہیں، معترضین کا "نبیذ" کو شراب سمجھنا لُغت کے مخالف ہے، "نبیذ" دراصل ایک طرح کا شربت ہے، جو کھجور، شہد، گندُم اور جَو وغیرہ کو پانی میں ڈال کر بنایا جاتا ہے۔ (لسان العرب: ۵۱۱/۳)

نبیذ میں نشہ نہیں ہوتا، اس لیے دیگر پھلوں کے شربت کی طرح یہ بھی ایک شربت ہی ہے اور پھر مذکورہ استدلال میں پیش کردہ حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ

آنحضرت ﷺ "نبیذ" کو گاڑھاپن پیدا ہونے سے پہلے پہلے پیا کرتے تھے، ورنہ پھنکوا دیا کرتے تھے؛ کیوں کہ اگر کھجور وغیرہ کے شربت کو کئی روز مٹکے میں سڑھنے کے لیے چھوڑ دیا جائے، تو اُس میں نشہ پیدا ہو جاتا ہے، سڑھنے کے بعد وہ خَمر (شراب) کے حکم میں ہوتا ہے، پس مذکورہ اعتراض "نبیذ" کے مفہوم کو نا سمجھ پانے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔

چھٹا مرحلہ:

اصل (٦) "یہ یقینی بنالیں کہ معترض نے اپنے دعویٰ کے اثبات میں ادلۂ باب کی کسی ایک دلیل کو تو پیش نہیں کر دیا ہے۔"

بعض مرتبہ معترضین اپنے دعوے پر صحیح و ثابت دلیل پیش کرتے ہیں اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دلیل کے الفاظ سے معترض کے دعوے کی تائید ہو رہی ہے؛ لیکن وہ متعلقہ باب کی تمام دلائل کو نظر انداز کر کے اُس باب سے کوئی ایک ایسی دلیل چھانٹے ہیں، جس سے اُن کا دعویٰ ثابت ہو رہا ہے؛ حالاں کہ اس باب کے بقیہ دلائل اُس کے مخالف ہوتے ہیں، جب کہ مسئلے کی دُرُست تفہیم تک رسائی اُسی وقت ممکن ہے جب کہ متعلقہ سبھی مُعارض و مُوافق دلائل کو سامنے رکھا جائے اور کوئی ایسا نتیجہ نکالا جائے کہ دلائل کا ظاہری تعارُض ختم ہو کر توافُق کی شکل پیدا ہو جائے۔

مثال (١) دین میں اِکراہ:

مثلاً بعض "ایشیائی لبرلز" سورۂ بقرہ کی آیت "لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔" (دین میں کوئی زور زبردستی نہیں) سے اَمر بالمعروف اور نہی عَنِ المُنکر کے فریضے کے سُقُوط پر اِستدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر شخص دینی قُیُودات اور پابندیوں کو اختیار کرنے اور نہ کرنے میں مکمل مختار ہے، اگر کوئی مسلمان بالفرض نماز نہیں پڑھتا، تو اُس کے والدین کو بھی یہ اجازت نہیں کہ اُس سے نماز کو لے کر کچھ کہا سُنی کریں، بہ الفاظِ دیگر یہ لوگ آیتِ کریمہ سے "لبرل ازم" کا پرچار پرسار کرتے ہیں۔

امر بالمعروف نہی عن المنکر کی اہمیت:

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ بے شمار آیاتِ کریمہ واحادیثِ شریفہ اَمرْ بِالمعرُوف نہی عَنِ المنکر کی اہمیت اور ضرورت و افادیت پر صراحتاً دلالت کرتی ہیں اور بعض مواقع پر فریضۂ اَمرْ و نہی کے تارکین کو وعیدیں بھی سناتی ہیں۔

"لبرلز" نے مسئلے سے متعلقّہ دیگر نُصُوص کو نظر انداز کر کے صرف ایک اپنی اختیار کردہ نَص سے اِستدلال کرتے ہوئے مذکورہ فریضے کی عدمِ ضرورت کا فیصلہ صادِر کردیا، جب کہ مسئلے کو اُس وقت تک نہیں سمجھا جاسکتا، جب تک تمام دلائل کو سامنے نہ رکھا جائے، مذکورہ اِباحَت پسندی پر مبنی اِستدلال کا جواب یہ ہے کہ آیتِ کریمہ "لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔" غیر مسلموں کو جبراً اسلام میں داخل کرنے پر پابندی عائد کرتی ہے، نہ کہ امر بالمعروف والنہی عن المنکر کے فریضے پر۔

مثال (۲) انسان کے مجبور محض ہونے پر ملحدانہ استدلال:

ملحدین آیتِ کریمہ "اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ۔ (سورۃ القمر:۴۹)" کہ "ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا ہے۔" سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ خدا نے انسان کو مجبور محض بنا کر پیدا کیا ہے، اس لیے وہ سزا و جزا دینے میں عادل نہیں۔ (نعوذ باللہ)

کیا انسان مجبور محض ہے؟:

جب کہ بابِ تقدیر میں وارِد ہونے والی تمام آیاتِ کریمہ اور احادیثِ طَیّبہ کو سامنے رکھا جائے، تو یہ نتیجہ نکل کر آئے گا کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو جمادات کی طرح مجبور محض بنا کر پیدا نہیں کیا ہے؛ بلکہ اُس کی جِبِلّت میں اِرادہ و اختیار کی طاقت (فری وِل) بھی ودیعت کی ہے، خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: "فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا۔ (سورۃ الکھف:۲۹)" کہ "جو

شخص چاہے ایمان لے آئے اور جو شخص چاہے کُفر اختیار کرے، بلاشبہ ہم نے ظالموں کے لیے آتشِ دوزخ تیار کر رکھی ہے۔"

یہ آیتِ کریمہ صاف طور پر اِس حقیقت کو بیان کر رہی ہے کہ انسان اپنے کسب و ارادے سے کفر و ایمان اختیار کرتا ہے[1]۔

ساتواں مرحلہ:

اصل (۷) یہ دیکھ لیں کہ معترض نے اپنے دعوے پر ایسی دلیل سے تو استدلال نہیں کیا ہے کہ جس نوع کے دیگر دلائل خود اس کے نزدیک معتبر نہیں۔

بعض اصحابِ شبہات ایسے دلائل سے استدلال کرتے ہیں، جو خود اُن کے نزدیک معتبر نہیں ہوتے؛ لیکن جہاں ان دلائل سے استشہاد کرکے اسلام کے تعلق سے طعن و تشنیع کرنا ممکن ہوتا ہے، وہاں یہ لوگ دورُخی دکھاتے ہوئے اپنے اصول کو بھول جاتے ہیں؛ حالاں کہ وہ دلائل خود اُن کے نزدیک معتبر نہیں ہوتے، یہ رویّہ کھلے تناقض پر مبنی ہے اور اسی کو ڈبل اسٹینڈرڈ کہا جاتا ہے۔

مثال (۱) عقلی دلائل کا انکار:

زیادہ تر ملحدین کا دعویٰ ہے کہ "یقینی علم و معرفت صرف تجرباتی و مشاہداتی دلائل سے ثابت ہوتا ہے" اسی لیے ان کے نزدیک وجودِ خدا کے اثبات میں پیش کیے جانے والے عقلی دلائل خواہ کتنے ہی بدیہی ہوں؛ معتبر و قابلِ قبول نہیں؛ لیکن عین گفتگو کے دوران یہی لوگ خدا تعالیٰ کے وجود کی نفی کرتے ہوئے "نیچرل لاء (قوانین

---

[1] (۱) مسئلۂ تقدیر کو سمجھنے کے لیے پڑھیں، کتاب "مسئلۂ تقدیر" از قاری طیبؒ، بانی دارالعلوم وقف، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ۔

(۲) التنویر في اسقاط التدبیر، شیخ احمد بن عطاء اللہ الاِسکندریؒ، مترجم مولانا اشرف علی تھانویؒ۔

فطرت)" سے استدلال کرتے ہیں کہ "کائنات کو اپنے نظم و نسق؛ بلکہ پیدائش میں بھی کسی خالق و منتظم کی ضرورت نہیں ہے، کائنات کی تخلیق و تنظیم صرف قوانین فطرت سے وابستہ ہے۔" حالاں کہ کائنات کی پیدائش قوانین فطرت سے ہوئی ہے؛ اس پر کوئی بھی تجرباتی و مشاہداتی دلیل موجود نہیں، نہ تو تخلیقِ کائنات کے وقت سائنس دان مشاہدہ کر رہے تھے اور نہ اس وقت موجود تھے، ملحدین کا مذکورہ عقلی استدلال جہاں نہایت ضعیف ہے، وہیں استدلالات عقلیہ کے تعلق سے خود اُن کے موقف کے بھی متناقض ہے، اس قسم کی منافقت، دوہرے چال چلن، تلون مزاجی اور ایک روش پر نہ رہنے کی کیفیت کو "سراج اورنگ آبادی" نے کتنی خوبی سے بیان کیا ہے:

دورنگی خوب نئیں یک رنگ ہو جا

سراپا موم ہو یا سنگ ہو جا۔

مثال (۲) مصدرِ وحی میں شک:

ملحدین، وحی کی حقانیت میں تشکیکات و شبہات پیدا کرنے کی غرض سے کہتے ہیں کہ وحی کا مصدر و منبع خدا تعالیٰ کی ذات نہیں، بلکہ بحیرہ راہب ہے، بچپن میں آنحضرت ﷺ نے بحیرہ راہب سے ملاقات کر کے جو کچھ سیکھا، اُسی کو قرآن بنا کر پیش کر دیا۔ العیاذ باللہ۔

مذکورہ مثال میں ملحدین نے اپنے ہی استدلالی معیار کی مخالفت کرتے ہوئے قدیم تاریخی خبر و واقعے سے استدلال کیا ہے؛ حالاں کہ نبوتِ محمدیہ ﷺ کے وہ دلائل، جو تاریخ و سِیَر کی کتب میں مذکور ہوئے، باوجود یہ کہ "قصہ بحیرا" سے زیادہ اثبت واقوی ہیں، ملحدین کے نزدیک قابلِ قبول نہیں ہیں، لہٰذا واقعۂ بحیرہ کو قبول کرنا اور نبوت محمدیہ ﷺ کی تائید کرنے والی دسیوں احادیث و واقعات کو رَد کر دینا ہی تناقض و دورنگی ہے، جو کوئی علمی رویہ نہیں۔

آٹھواں مرحلہ:

اصل (۸): "یہ یقینی بنالیا جائے کہ دلیل و مدلول کے درمیان تلازم ہے یا نہیں؟"

مخالف فریق کی پیش کردہ دلیل اور اس کے دعوے (مدلول) کے باہمی تعلق میں غور و فکر کرنا ضروری ہے، اگر دلیل و مدلول کے درمیان تلازم کا علاقہ ہو تو گفتگو جاری رکھی جائے گی اور اگر دونوں کے درمیان تلازم کا علاقہ نہ ہو یعنی ایک لازم اور دوسرا ملزوم نہ ہو تو مخالف کے دعوے کو مسترد کر دیا جائے گا۔

مثال (۱) حجّیتِ حدیث کا انکار:

منکرین حدیث کہتے ہیں کہ حدیث دین میں حجت نہیں؛ کیوں کہ آنحضرت ﷺ نے احادیث لکھنے سے منع فرمایا؛ چناں چہ روایت میں ہے: لَا تَكْتُبُوا عَنِّي شَيْئًا غَيْرَ الْقُرْآنِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِم)

"مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ مت لکھو۔"

کیا احادیث دین میں حجت نہیں؟:

یہاں دو چیزیں ہیں: (۱) احادیث لکھنے کی ممانعت اور (۲) حجیت حدیث کی نفی اور دونوں میں کوئی لزوم نہیں، کتابتِ احادیث کی ممانعت حجیتِ حدیث کی نفی کو مستلزم نہیں؛ کیوں کہ دونوں باتیں الگ الگ ہیں، لازم و ملزوم نہیں؛ چناں چہ رسالت مآب ﷺ نے ایک حدیث میں کتابت کی نفی فرما کر احادیث بیان کرنے کی اجازت بھی دی ہے، جو کہ احادیث کے حُجّت ہونے کی دلیل ہے؛ چناں چہ صحیح مسلم میں ہی ہے:
عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَكْتُبُوا عَنِّي وَمَنْ كَتَبَ عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَمْحُهُ وَحَدِّثُوا عَنِّي وَلَا حَرَجَ۔ (مسلم: ۵۳۲۶)

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری باتیں لکھا مت کرو اور جن لوگوں نے لکھ لی ہیں، وہ اسے مٹادیں، ہاں! میری احادیث بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں۔"

رہی قرآن کے ساتھ کتابتِ احادیث سے ممانعت کی وجہ؟ تو یہ ممانعت جیسا کہ علامہ نوویؒ نے بیان فرمایا: ابتدائی دور میں اس لیے تھی؛ تاکہ قاری (نو مسلم) ایک ہی صفحے پر قرآن و احادیث لکھا دیکھ کر اشتباہ کا شکار نہ ہو جائے۔ إِنَّمَا نَهَى عَنْ كِتَابَة الْحَدِيث مَعَ الْقُرْآن فِي صَحِيفَة وَاحِدَة ; لِئَلا يَخْتَلِط , فَيَشْتَبِه عَلَى الْقَارِئ فِي صَحِيفَةوَاحِدَة. (شرح مسلم: ۱۸/۱۲۹-۱۳۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے ساتھ حدیث لکھنے سے اس لیے منع فرمایا؛ تاکہ وہ (قرآن کے ساتھ) مل نہ جائے اور (ایک ہی صفحے پر قرآن و حدیث لکھا دیکھ کر عام) قاری اشتباہ کا شکار نہ ہو جائے۔

اس ایک وجہ کے علاوہ حدیث لکھنے کی ممانعت میں بے شمار مصلحتیں اور حکمتیں تھیں، جو خود علامہ نوویؒ اور دیگر اہل علم نے لکھی ہیں۔

مثال (۲) نظریۂ ارتقاء سے عدمِ خدا پر استدلال:

عام طور پر ملاحدہ "چارلس ڈارون" کے نظریۂ ارتقاء سے خدا تعالیٰ کے نہ ہونے پر استدلال کرتے ہیں؛ حالاں کہ نظریۂ ارتقاء اور وجودِ خدا کی نفی میں کوئی تلازم نہیں۔

کیا نظریۂ ارتقاء خدا کے نہ ہونے کی دلیل بن سکتا ہے؟:

مذکورہ استدلال صحیح ہے یا درست؟ یہ جاننے سے قبل "ارتقاء" کا مطلب سمجھنا ضروری ہے۔

"ارتقاء" ایک ایسا نظریہ ہے، جو رُوئے زمین پر حیاتِ انسانی و حیوانی کے وجود میں آنے کی وضاحت کرتا ہے، اِس نظریے کے مطابق انسان بھی جانوروں میں بہت کی جسمانی و عقلی ترقیات کے بعد وُجود میں آیا ہے، یہی معاملہ تمام جانداروں کا ہے۔

اگر اِس نظریے کو تسلیم بھی کرلیا جائے کہ براہِ راست انسان وجود میں نہیں آیا؛ بلکہ وہ مختلف قالبوں میں ہوتے ہوئے موجودہ صورت کو پہنچا ہے، تب بھی خدا تعالیٰ کے وُجود کا انکار درست نہیں؛ کیوں کہ "نظریۂ ارتقاء" تو رُوئے زمین پر بسنے والے انسانوں و جانوروں کے وُجود کی نامعقول و غیر سائنسی توجیہ پیش کرتا ہے، جب کہ اس وسیع و عریض کائنات میں انسانوں و جانوروں کے علاوہ لامحدود مخلوقات: شمس و قمر، ستارے و سیارے، بحر و بر، ہوا و پانی اور آگ و مٹی وغیرہ وُجود رکھتی ہیں، لہٰذا رُوئے زمین پر وُجود کے ایک چھوٹے سے حصے کی ملحدانہ وضاحت (نظریۂ ارتقاء) سے اس وسیع و عریض کائنات کے خالق کے وجود کی نفی کرنا بدعقلی کے سوا کچھ نہیں؛ کیوں کہ نظریۂ ارتقاء سے یہ لازم نہیں آتا کہ کائنات کا بھی کوئی خالق نہ ہو، پس دلیل و مدلول میں عدمِ تلازُم سے ملحدین کا دعویٰ باطل ہے۔

اور اگر نظریۂ ارتقا کو تسلیم بھی کر لیا جائے، تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انسان، موجودہ صورت کو بہ تدریج ترقی کرتے ہوئے خدا کے حکم اور تصرُّف کے بغیر پہنچا ہے، یہ بھی تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ ارتقا خدا تعالیٰ کے تصرف اور اُس کے حکم سے ہوا ہے اور اسی کو "گائڈیڈ ایوولُوشَن (Guided Evolution)" کہتے ہیں۔

مثال (۳): قوانین فطرت سے عدم وجودِ خدا پر استدلال:

ملحدین کائنات کی تنظیم کے پیچھے کار فرما قوانین فطرت کو دلیل بنا کر خالق کے وجود کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں: کہ کائنات، قوانینِ فطرت کے سبب خود بخود رواں دواں ہے، اسے کسی مُدبّر و منتظِم کی ضرورت نہیں؛ حالاں کہ قوانینِ فطرت کا موجود ہونا اِس بات کو مستلزم نہیں کہ کوئی مقنن (قانون ساز) نہ ہو، اس لیے کہ قانون کے ہونے اور قانون ساز کے نہ ہونے کے درمیان کوئی تلازم نہیں؛ بلکہ قوانین کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اِس قانون کو کوئی نہ کوئی بنانے والا اور کائنات میں جاری کرنے والا خدا موجود ہے۔

نواں مرحلہ: اصل (۹): "اس بات کو یقینی بنائیں کہ مدلول کی دلیل سے زیادہ راجح دلیل ہے یا نہیں ہے؟ اگر ہے، تو وہی ارجح دلیل مقدم ہوگی۔"

کبھی کبھی فریقِ مخالف صحیح دلیل سے استدلال کرتا ہے اور غور کیا جائے، تو اس کا استدلال دُرست بھی ہوتا ہے، نیز دلیل و مدلول میں تلازم کی نسبت بھی ہوتی ہے؛ لیکن اس کا اخذ شُدہ نتیجہ (مدلول) ایسی دلیل کے معارض ہوتا ہے، جو اس کی پیش کردہ دلیل سے زیادہ راجح ہے، مختصراً یہ کہ نتیجۂ دلیل، دلیلِ ارجح کے خلاف ہوتا ہے، ایسی صورت میں صحیح دلیل کے بجائے ارجح دلیل کو فوقیت دی جاتی ہے۔

کیا ہر صحیح دلیل قابلِ استدلال ہوتی ہے؟:

ہر صحیح دلیل سے استدلال کرنا درست ہے؛ تاہم ہر صحیح دلیل (خواہ عقلی ہو یا تجرباتی) کو "قطعی" نہیں سمجھنا چاہیے، بہت سے صحیح دلائل ثبوت کے اعتبار سے ظنی ہو سکتے ہیں اور ایسے "ظنی الثبوت" صحیح دلائل سے وقتاً فوقتاً استدلال بھی کیا جاتا ہے؛ لیکن اگر یہی صحیح "ظنی الثبوت" دلائل دوسرے "قطعی الثبوت" دلائل کے معارض ہوتے ہوں، تو اُنہیں ترجیح دینے کے بجائے "قطعی الثبوت" دلائل کو ترجیح دی جائے گی۔

مثال: ملحدین کا اپنے دعوے کے اثبات میں مفروضات سے استدلال:

ملحدین کائنات سے متعلق بعض ایسے جدید نظریات سے استدلال کرتے ہیں، جو پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچے ہوتے ہیں؛ بلکہ ملحدین کے پیش کردہ بعض نظریات کو "نظریہ (تھیوری)" بھی کہنا سائنسی اُصولوں کی روشنی میں مشکل ہو جاتا ہے، انؔ کی حیثیت چند سائنسی مفروضات کی سی ہوتی ہے، گویا اُن کے پیش کردہ دلائل کو حقیقت (فیکٹ) تو کجا، محض نظریہ (تھیوری) بھی نہیں کہا جا سکتا ہے، باوجود اس کے ملاحدہ بڑی ہی شدومد کے ساتھ ان مفروضات کا دفاع کرتے ہیں، گویا وہ سائنسی حقائق ہوں، ایسی صورت میں مسلم مجادل بالترتیب چار کام کرے۔

(۱) ملحدین سے مفروضات کی درستگی پر دلائل طلب کرے یا ان کی عدم صحت ثابت کرے۔
(۲) بر سبیل تنزل ملحدین کی جانب سے پیش کردہ سائنسی مفروضے کو صحیح مانتے ہوئے، اُس کے اور وجودِ خدا کی نفی کے درمیان عدم تلازم کو ثابت کرے
(۳) مفروضات کے مقابلے میں وجودِ خدا کے عقلی دلائل پیش کرے، کیوں کہ بہر حال فرضی نظریات کے مقابلے میں عقلی دلائل قطعی و اَرجح ہیں
مذکورہ تینوں طریقے علمائے مناظرہ کے یہاں مقبول ہیں، پہلے کو "مناقضہ رمنع"، دوسرے کو "نقض" اور تیسرے کو "معارضہ" کہا جاتا ہے۔

(مثال: ۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے عمل سے ماتم کے جواز پر اہل تشیع کا استدلال:

اہل تشیع، محرم الحرام میں شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کی مناسبت سے ماتم و نوحہ خوانی کرتے ہیں، جس پر اہل سنت والجماعت نکیر کرتے ہیں، تو وہ کہتے ہیں کہ ماتم کرنا اہل سنت والجماعت کی کتابوں سے ثابت ہے، اس سلسلے میں وہ درجِ ذیل روایت سے استدلال کرتے ہیں: قالت عائشة مات رسول الله وهو في حجري ثم وضعت رأسه علی وسادة وقمت انتدب مع النسا وأضرب وجهي۔ (مسند أحمد: ۲۲۵۸)
ترجمہ: ام المومنین حضرت سیّدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی رحلت میری گود میں ہوئی، پھر میں نے آپ کا سر اُٹھا کر تکیے پر رکھ دیا اور خود عورتوں کے ساتھ مل کر رونا اور اپنا چہرہ پیٹنا شروع کر دیا۔

کیا عمل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ماتم کے جواز پر استدلال درست ہے؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی درج بالا روایت سے ماتم کے جواز پر اہل تشیع کے استدلال میں کئی خامیاں ہیں:
(۱) اہل تشیع کی مختلف کتابوں میں جوازِ ماتم پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ بالا روایت سے استدلال کیا جاتا ہے؛ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ روایت مکمل

نہ لکھ کر خیانت سے کام لیا جاتا ہے، مکمل روایت حوالۂ قارئین کی جاتی ہے: يحيى بن عباد بن عبد الله بن الزبير عن أبيه عباد قال سمعت عائشة تقول مات رسول الله صلى الله عليه وسلم بين سحري ونحري وفي دولتي لم أظلم فيه أحدا فمن سفهي وحداثة سني أن رسول الله قبض وهو في حجري ثم وضعت رأسه على وسادة وقمت ألتدم مع النسا وأضرب وجهي۔ (مسند أحمد: ٦٢٥٨)

ترجمہ: ام المومنین حضرت سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات میری گردن اور سینے کے درمیان اور میری باری کے دن میں ہوئی تھی، اس دن میں میں نے کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا؛ لیکن یہ میری ناسمجھی اور نوعمری تھی کہ میری گود میں نبی ﷺ کا انتقال ہوا اور پھر میں نے اُن کا سر اُٹھا کر تکیے پر رکھ دیا اور خود عورتوں کے ساتھ مل کر رونے اور اپنا چہرہ پیٹنے لگی۔

اس مکمل حدیث کو پڑھنے کے بعد یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ رسالت مآب ﷺ کی وفات کے موقع پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا شدّتِ غم کے سبب اپنا چہرہ پیٹنا شرعی جواز کی بناء پر نہیں تھا، وفات النبی ﷺ کے وقت صدیقہ کی عمر ۱۸ر سال تھی، آپ کم عمری کے سبب اتنے بڑے حادثے کی تاب نہ لاسکیں، بعد میں خود اس بات کا اعتراف بھی کیا کہ موقع کی مناسبت سے میرا طرزِ عمل درست نہیں تھا، اسی لیے اپنے اس عمل کو آپ نے شرعی جواز دینے کے بجائے فرمایا: "فَمِنْ سَفَهِي وَحَدَاثَةِ سِنِّي۔"، یعنی وفات رسول ﷺ کے موقع پر چہرہ پیٹنا، میری نوعمری اور ناسمجھی کی وجہ سے تھا۔"

لہٰذا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس عمل سے مروجہ ماتم پر استدلال کرنا قطعاً درست نہیں۔

(۲) مذکورہ روایت سے جوازِ ماتم پر استدلال کے درست نہ ہونے کی دوسری وجہ اس کی اسنادی حیثیت ہے؛ چناں چہ مشہور محقق "شیخ شعیب الارناؤط" فرماتے ہیں: "إسناده

حسن من أجل ابن إسحاق۔" یہ روایت (درجہ صحت کے بجائے) "ابن اسحاق" کی وجہ سے حسن قرار پاتی ہے۔

محدث ابو یعلیٰؒ اور امام بیہقیؒ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے؛ لیکن سب طرق، اسنادی حیثیت سے درجۂ حسن کو پہنچتے ہیں۔ (مسند ابی یعلی:۴۵۸۶؛ دلائل النبوۃ:۷؍۲۱۳)

اہل تشیع کے جوازِ ماتم پر مذکورہ استدلال کی خامی یہ ہے کہ انہوں نے باب سے متعلق ایک روایت کو لے کر ماتم کو جائز ٹھہرا دیا، جب کہ اس کے مقابلے میں ان صحیح روایات کو نظر انداز کر دیا، جو صراحتاً ماتم کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں، چند روایات مندرجہ ذیل ہیں:

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کا یہ ارشار مروی ہے: لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاهلیة۔ (صحیح البخاری:۲۳۴۸)

"جو شخص (بہ وقتِ مصیبت) رُخسار پیٹتا، گریبان پھاڑتا اور جاہلانہ انداز میں چیختا چلاتا ہے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: اثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ۔

لوگوں میں دو باتیں ہیں، وہ دونوں اُن میں کفر (کی بقیہ عادتیں) ہیں: (کسی کے) نسب پر طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا۔" (مسلم:٦٧، کتاب الایمان)

پس ثابت ہوا کہ اہل تشیع نے حسن درجہ کی روایت سے استدلال کیا اور اس کے مقابل زیادہ راجح روایت کو چھوڑ دیا اور راجح کے مقابلے میں مرجوح کو دلیل بنانا استدلالی خامی ہے۔

□○□

خلاصۂ بحث

سابقہ مراحل میں غور و تامل کرنے کے بعد ہمارے لیے اسلام مخالف جدید شبہات میں واقع استدلال کی نمایاں غلطیوں کی نشان دہی کرنا آسان ہو جائے گا، اسی غرض سے ما قبل میں بیان کردہ اصولوں سے واضح ہونے والی ملحدانہ استدلال کی بنیادی اخطا کو یہاں پیش کیا جارہا ہے۔

استدلال میں ہونے والی بنیادی غلطیاں:

(۱) دعویٰ بلا دلیل کرنا، (۲) غیر صحیح و غیر ثابت دلائل پر نتائج کی بنیاد قائم کرنا یا دعوے کی بناء ایسے مقدمات باطلہ و تصورات فاسدہ پر رکھنا، جو ظاہراً صحیح دکھائی دیتے ہوں؛ لیکن اصلاً سراب ہوں، (۳) دعوے کی دلیل کو صحیح طور پر نہ سمجھ سکنا، (۴) دلائل کی تشریح و توجیہ سیاق وسباق کے مخالف کرنا، (۵) موضوع سے متعلق تمام دلائل کو نظر انداز کر کے کسی ایک دلیل پر دعوے کی بنیاد رکھنا، مثلاً: متشابہ کو دلیل بنانا اور محکم کو چھوڑ دینا۔ (۶) منہج استدلال میں کسی معیار کی پابندی نہ کرنا، کسی دلیل سے ایک باب میں استدلال کرنا اور دیگر ابواب میں اُس کا اعتبار نہ کرنا، (۷) دلیل و مدلول میں تلازم کا منتفی ہونا، (۸) دلائل معارضہ راجحہ کا اعتبار نہ کرنا، (۹) سفسطہ: ضروریات عقلی و بدیہات کا انکار کرنا اور (۱۰) اہل ایمان کے عقیدے، عمل اور قول و فعل کی حقیقت کو درست طریقے پر نہ سمجھنا۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔

واضح رہیں کہ یہاں استدلال میں ہونے والی نمایاں اور بنیادی غلطیوں کو بیان کرنا مقصود ہے، حصر مقصود نہیں۔

ضروری اطلاع

راقم الحروف کی کتاب "گلدستہ توحید و رسالت" عنقریب زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر قارئین کرام کے ہاتھوں میں ہو گی، جس میں توحید و رسالت کو قرآن و سنت کے نصوص، غیر اقوام کی مذہبی کتابوں اور عقلی دلائل و براہین کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے

بابِ سوم

شبہات جدیدہ میں پائی جانی والی نمایاں استدلالی غلطیاں

شبہاتِ جدیدہ کے اقسام و انواع

موجودہ دور میں اسلام سے متعلق پیش کیے جانے والے شبہات و اشکالات اور اعتراضات و تشکیکات کی دو قسمیں ہیں:

(۱) وہ شبہات و اعتراضات، جو اصل اسلام کے خلاف کیے جاتے ہیں،

(۲) وہ شبہات و اعتراضات، جو اصل اسلام کے بجائے ثوابتِ اسلام کے خلاف کیے جاتے ہیں۔

اوّلُ الذّکر شبہات کی چار انواع ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

نوعِ اوّل: وجودِ خُدا اور اُس کی صفات (کمال، قدرت اور حکمت وغیرہ) سے متعلق شبہات:

خدا کے وجُود اور اُس کی صفاتِ کمالیہ کے خلاف پیش کیے جانے والے اعتراضات و شبہات میں مندرجہ ذیل نمایاں غلطیاں ہوتی ہیں۔

خدا سے متعلق پیش کیے جانے والے اعتراضات و شبہات میں پائی جانے والی نمایاں استدلالی غلطیاں:

غلطی (۱) دلیل و مدلول میں تلازم کا انتفاء۔

مثال: مسئلہ شر سے عدم وجودِ خدا پر استدلال:

بعض ملحدین کا دعویٰ ہے کہ کائناتِ رنگ و بُو میں شر (مصائب و آلام) کا وجود، وجودِ خدا کی نفی کرتا ہے، اگر کوئی خدا ہوتا، تو شر کا وجود نہیں ہوتا۔

یہاں دلیل و مدلول میں تلازم ندارد ہے؛ کیوں عقلاً یہ ممکن ہے کہ خالق نے عارضی دنیا میں شر کو ارادتاً پیدا فرمایا ہو اور کسی دوسرے عالم کو قائم و دائم سکون و لذات کے لیے تخلیق فرمایا ہو۔

غلطی (۲) دلائل معارضہ راجحہ کا اعتبار نہ کرنا۔

مثال: مسئلہ شر کو بنیاد بنا کر وجود خدا کے قطعی دلائل کو نظر انداز کر دینا بھی اس کی مثال ہے۔

غلطی (۳) بدیہات کا انکار:

مثال: خدا کا خالق کون؟

زیادہ تر ملحدین سوال کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے سب کچھ پیدا کیا ہے، تو خود اللہ کو کس نے پیدا کیا؟

خالق کے بارے میں سوال کرنا، گویا منطق کے بدیہی جزئیہ "محال عقلی" (تسلسل) کا انکار ہے۔

خدا کے بارے میں مسلمانوں کا عقیدہ:

کیوں کہ مسلمان ایک ایسے خالق پر ایمان رکھتے ہیں، جو پیدا نہیں ہوا، اس سے پہلے کچھ نہیں تھا، جو ازلی وابدی ہے، جس کا وجود کسی چیز پر موقوف نہیں، یہ اعتقاد عقل سلیم کے عین مطابق ہے؛ کیوں کہ اگر خدا کا بھی خالق مان لیا جائے، تو اس خالق کے بارے میں بھی یہی سوال ہو گا کہ اسے کس نے پیدا کیا اور سوالات کا یہ سلسلہ "مالا نہایہ" تک چلتا رہے گا، جسے منطق کی اصطلاح میں "تسلسل" کہا جاتا ہے اور تسلسل محالِ عقلی ہے اور باطل ہے، پس خدا کے خالق کے بارے میں سوال کرنا محالات عقلیہ کو درست ماننے اور بدیہات کے انکار کرنے کے مترادف ہے۔

غلطی (۴) اہل ایمان کے اقوال کو نہ سمجھنا:

مثال (۱): خالق کائنات کا وجود ضروری ہے۔

مسلمان منطقی قاعدے (لکل حادث محدث) کی بنیاد پر کہتے ہیں، جو کائنات پہلے نہیں تھی بعد میں وجود میں آئی اگر اس کا کوئی خالق نہیں تو ترجیح بلا مرجح لازم آئے،

اسی لیے کائنات کا خالق ماننا عقلاً ضروری ہے، اس پر ملحد اپنا وہی فرسودہ اعتراض دوہراتے ہیں کہ جب ہر چیز خدا کی پیدا کردہ ہے، تو خدا کو کس نے پیدا کیا؟ یہ اعتراض دو مختلف قاعدوں کو ایک سمجھنے کی بنیاد پر پیدا ہوا، پہلا قاعدہ ہے: "لِکُلِّ مَوْجُوْدٍ مُوْجِدٌ۔ (یعنی ہر موجود شئ کا کوئی ایجاد کرنے والا ہے)" اور دوسرا قاعدہ ہے "لِکُلِّ حَادِثٍ مُحْدِثٌ۔" (ہر نیستی کو ہست میں لانے والا ہے۔)

اہل ایمان دوسرے قاعدے کو درست مانتے ہیں، نہ کہ پہلے قاعدے کو، اس کے باوجود ملحدین اوّل الذکر قاعدے کو مسلمانوں کا عقیدہ سمجھ کر "من خلق اللہ؟" جیسے بے بنیاد شبہات پیدا کر دیتے ہیں، اس طرح کے شبہات دو مختلف قاعدوں کو یکساں سمجھنے کی بنیاد پر پیدا ہوتے ہیں؛ حالاں کہ دونوں قاعدوں میں بنیادی فرق ہے۔

موجود اور حادث کے درمیان فرق:

بعض غیر متخصص مسلمان بھی بلا سوچے سمجھے یہ دعویٰ کر دیتے ہیں کہ "ہر شئ موجود کا موجد (ایجاد کرنے والا) ہوتا ہے۔" حالاں کہ وہ قلب و زبان سے ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے، اب اگر "لِکُلِّ مَوْجُوْدٍ مُوْجِدٌ۔" قاعدے کو درست مان لیا جائے، تو سوال یہ ہوگا کہ جب ہر موجود چیز کا موجد ہے، تو اللہ تعالیٰ کا موجد کون ہے؟۔ العیاذ باللہ- مذکورہ قاعدہ ذات خدا پر ٹوٹ جائے گا، اسی لیے یہ کہنا چاہیے کہ مسلمان ہر حادث کا محدث مانتے ہیں نہ کہ ہر موجود کا موجد، جب اللہ تعالیٰ حادث نہیں، تو اُس کا کوئی محدث بھی نہیں۔

مثال (۲): "برٹرینڈ رَسَل" کی خیالی کیتلی:

مشہور فلسفی اور ریاضی دان ملحد "برٹرینڈ رَسَل" نے بڑی ہی عجیب وغریب مثال دے کر یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ خدا کے منکروں کو خدا کے نہ ہونے پر کوئی دلیل دینے کی ضرورت نہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ کرۂ ارض اور مریخ کے درمیان ایک ایسی

کیتلی فرض کرتا ہے، جو سورج کے گرد گردش کر رہی ہے، جسے قوی ترین دُور بینوں کے ذریعے سے بھی نہیں دیکھا جا سکتا، کسی سے اگر کیتلی کا ثبوت طلب کر لیا جائے، تو ہو سکتا ہے کہ وہ ثبوت نہ دے پائے اور نہ ہی کیتلی کا انکار کرنے والا اُس کے عدم کا ثبوت دے سکتا ہے؛ لیکن اگر اُس مفروضہ کیتلی کے بارے میں اسکول کے نصاب میں بچوں کو پڑھایا جاتا رہے، تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ کیتلی کے وجود کے انکار کرنے والے بچے کو مجنون اور پاگل کہا جانے لگے گا، لہٰذا اگر انسانوں کی اکثریت وجودِ خدا پر ایمان رکھتی ہے، تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا واقعی میں موجود ہے، کسی شئ کے وجود کے ثابت نہ کر پانے کو اس شئ کے وجود کے ثبوت کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔(بی۔بی۔سی:۱۵ر جولائی ۲۰۱۹ء)

یہاں غور کریں، رَسَل نے ایک خیالی و فرضی کیتلی کو، جس کے وجود کا کائی اثر نہیں پایا جاتا، اُس عظیم خالق کے برابر کر دیا، جس کی عظمتوں کے آثار ہر سُو اور ہر شئ میں انسان پاتا ہے، کائنات کا ہر ہر ذرّہ اُس کی قدرت کا شاہ کار اور جمالِ جہاں آراء کا نمونہ پیش کرتا ہے، کہاں ایک آسمان میں معلّق فرضی کیتلی، جو اپنے وجود پر آثار نہیں رکھتی اور کہاں اُس عظیم خالق و مالک پر ایمان، جس کے نشانات ذرّے ذرّے میں موجود، بھلا دونوں میں کوئی برابری ہو سکتی ہے؛ لیکن رَسَل نے دونوں میں برابری تصوّر کر لی اور یہی استدلالی غلطی ہے۔

نوعِ ثانی: قرآن کریم سے متعلق شبہات:

قرآن سے متعلق شبہات میں بنیادی استدلالی غلطیاں مندرجہ ذیل ہیں:

غلطی(۱) دعویٰ بلا دلیل:

مثال: نبی نے قرآن "ورقہ بن نوفل" سے سیکھا؟

بعض لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ "رسالت مآب ﷺ نے قرآن مجید ورقہ بن نوفل سے حاصل کیا" یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔

غلطی (۲) نتائج کی بنیاد ایسے دلائل پر قائم کرنا جس کو صحیح طور پر نہ سمجھا ہو:
(مثال) قرآن مجید کی آیات کے مابین تناقض وہ تعارض کا دعویٰ کرنا۔
ظاہر ہے قرآن مجید کی آیات کو درست طریقے پر نہ سمجھ سکنے کی بنیاد پر ہی قرآن میں تعارض کا شبہ ہو سکتا ہے۔
غلطی (۳) دلیل و مدلول میں تلازم کا نہ ہونا:
(مثال) قرآن توریت وانجیل کی نقل ہے؟
بعض قرآنی قصص اور توریت وانجیل میں موجود واقعات میں توافق و تشابہ دیکھ کر صاحب قرآن ﷺ پر نقل کا الزام لگانا، دلیل و مدلول میں تلازم کے انتفاء کی مثال ہے، اس لیے کہ تشابہ و توافق اخذ و نقل کو مستلزم نہیں؛ کیوں عقلاً بھی یہ بات ممکن ہے کہ قرآنی قصص اور انجیلی و توراتی واقعات میں توافق وحدت مصدر کی بنیاد پر ہو، یعنی دونوں کا ماخذ وحی الٰہی ہو۔
غلطی (۴) دلائل معارضہ راجحہ کا عدم اعتبار:
(مثال) ظنّیات کو بنیاد بنا کر خدا کا انکار۔
چند احتمالات و توہمات کو بنیاد بنا کر قرآن مجید کی حقانیت کا انکار کر دینا اور قرآن مجید کو کتاب الٰہی ثابت کرنے والے قطعی دلائل کا انکار کر دینا اس کی واضح مثال ہے۔

نوعِ ثالث: (حضرت محمد ﷺ سے متعلق شبہات)

حضرت محمد ﷺ سے متعلق شبہات میں بنیادی استدلال کی نمایاں غلطیاں مندرجہ ذیل ہیں:
غلطی (۱) دعویٰ بلا دلیل:
(مثال) شقِّ صدر، پیغمبرِ ﷺ کا ہوا یا "امیہ بن صلت" کا؟

بعض ملحدین کا یہ کہنا کہ "شق صدر" کا واقعہ امیہ بن صلت کے ساتھ پیش آیا تھا نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ؛ یہ دعویٰ بلا دلیل کی مثال ہے اور دعویٰ بلا دلیل مردود ہے۔

غلطی (۲) درجہ ثبوت سے ساقط دلائل پر نتائج کی بنیاد رکھنا:

(مثال) صفحات گذشتہ میں بیان کردہ قصہ غرانیق اس کی مثال ہے

غلطی (۳) دلیل و مدلول میں عدم تلازم:

(مثال) آنحضرت بحیرہ راہب سے ملاقات پر یہ نتیجہ قائم کرنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام بھی راہب سے سیکھا- نعوذ باللہ- اس کی مثال ہے۔

غلطی (۴) دلائل معارضہ راجحہ کو نظر انداز کرنا:

(مثال) چند ظنیات و احتمالات کو بنیاد بنا کر نبوت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دینا اور آپ کی نبوت کو ثابت کرنے والے قطعی دلائل کو غیر معتبر کہہ دینا اس کی مثال ہے۔

نوعِ رابع: تشریعات اسلامیہ پر شبہات

اسلام میں عورت کی مظلومیت کا دعویٰ۔

تشریعات اسلامیہ کے خلاف ہونے والے نمایاں شبہات میں سے ایک "اسلام میں عورت کی مظلومیت" کا شبہ ہے، جس میں مندرجہ ذیل استدلالی غلطیاں پائی جاتی ہیں:

غلطی (۱) نتائج کی بنیاد ایسے دلائل پر رکھنا جنہیں صحیح طور پر نہ سمجھا ہو:

(مثال) بعض ملحدین کہتے ہیں کہ اسلام میں عورت کو گدھا اور کتا سمجھا جاتا ہے اور دلیل کے طور پر حدیث پیش کرتے ہیں "یقطع الصلاۃ المرأۃ والکلب والحمار" یعنی عورت، کتا اور گدھا قاطعِ صلات ہیں۔

حدیث "یقطع الصلاۃ المرأۃ والکلب والحمار" کا درست مفہوم:

حالاں کہ حدیث کی منشاء عورت کو کُتّے اور گدھے کے مانند قرار دینا نہیں ہے؛ بلکہ مطلب یہ ہے کہ عورت، کُتّا اور گدھا قطعِ نماز سے متعلق ایک خاص حکم میں مشترک ہیں علی العموم ایک جیسے نہیں۔ (ابوداؤد مع عون، رقم: ۷۰۰)

عورت کے گزرنے سے نماز کا حکم:

اس حدیث سے بعض لوگوں کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ عورت کا نمازی کے پاس سے گذرنا نماز کو باطل کر سکتا ہے، اسی لیے ضروری ہے کہ حدیث کا درست مفہوم سپُرد قرطاس کر دیا جائے۔

حدیث میں اِن اُمُور کا بیان ہے، جو آدمی نماز کی خرابی اور نماز میں مطلوب دل جمعی، یکسوئی اور اخلاص کے بگاڑ کا سبب بن سکتے ہیں، ان اشیاء کا گذرنا نماز میں مطلوب خشوع خضوع کو ختم کر سکتا ہے؛ چناں چہ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: ”وتأول هولاء حديث ابی ذر رضی اللہ عنه علی ان المراد بالقطع نقص الصلاة لشغل القلب بهذه الاشياء وليس المراد ابطالها۔“ (شرح مسلم:۲۳۰/۴)

”یعنی حدیث ابوذرؓ میں ”قطع صلاۃ“ سے مراد نماز میں کمی واقع ہونا ہے؛ کیوں کہ ان اشیاء کا گزرنا شغل قلب کا باعث ہے اور اس سے مراد نماز کا باطل ہونا نہیں ہے، اگر نمازی کے پاس آکر کُتّا بھونکنا شروع کر دے یا گدھا اپنی مکروہ آواز میں ہنہنانا شروع کر دے، تو اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز میں خشوع خضوع متاثر ہو گا، یہی حالت اس وقت ہو گی جب غیر محرم عورت نمازی کے پاس سے گذر جائے۔“

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ”فتح الملہم“ میں فرماتے ہیں: ”المراد بالقطع فی حديث الباب قطع الوصلة بين العبد وبين الرب جل جلاله لا ابطال الصلاة نفسها۔“ (فتح الملهم شرح صحیح مسلم، ج۳، ص۳۳۴)

ترجمہ: یعنی حدیث الباب میں قطعِ صلوٰۃ سے مُراد بندے اور رب کے درمیان رابطہ کا انقطاع ہے، نماز کا اپنی ذات کے اعتبار سے باطل ہونا مراد نہیں۔

”مبسوط سرخی“ میں لکھا ہوا ہے: ”مرور المرأة لايقطع الصلاة۔“ (۳۵۰/۱، دار الفکر)

ترجمہ: ”عورت کا گزرنا نماز کو نہیں توڑتا۔“

غلطی (۲) دلائل باب کو نظر انداز کر کے کسی ایک دلیل کی بنیاد پر نتیجہ نکالنا:

(مثال) عورت کی تکریم کے سلسلے میں بے شمار نصوص صریحہ وصحیحہ وارد ہوئے ہیں، جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اسلام میں عورت کو نہایت قدر و منزلت سے نوازا گیا اور اس کو اعلیٰ وارفع مقام دیا گیا ہے، مزید برآں کہ خواتین کی تکریم میں وارد ہونے والے نصوص اپنے بیان میں محکم بھی ہیں لہذا متشابہ نصوص کو محکم پر محمول کیا جائے گا، لیکن مخالفین اسلام مسئلہ سے متعلق محکم نصوص کو چھوڑ کر کسی متشابہ نص کو بنیاد بنا کر اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔

غلطی (۳) دلائل معارضہ راجحہ کو نظر انداز کرنا:

سابقہ مثال ہی کو یہاں پیش کیا جاسکتا ہے۔

اسلام پر دہشت گردی کا الزام:

تشریعات اسلامیہ کے خلاف ہونے والے اعتراضات میں سے ایک بنیادی اعتراض یہ ہے کہ "اسلام ایک دہشت گرد دین ہے"۔ نعوذ باللہ۔

اس قسم کے اعتراضات میں موجود نمایاں غلطیاں مندرجہ ذیل ہیں:

غلطی (۱) دعویٰ بلا دلیل:

مخالفین اسلام محض تعصب کی بنیاد پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ "اسلام دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے اور معصوموں کا ناحق خون بہانا سکھاتا ہے۔"۔ نعوذ باللہ۔ حالاں کہ اپنے اس دعویٰ پر قرآن وسنت سے کوئی دلیل نہیں دیتے۔

غلطی (۲) دلیل کی تشریح سیاق وسباق کے مخالف کرنا:

(مثال) حدیث عرنیین:

بعض مخالفین اسلام کہتے ہیں کہ "اہل عرنیین کے ساتھ رسالت مآب ﷺ کا معاملہ ناحق ظلم وستم اور بے گناہوں پر بلاوجہ زیادتی کے زمرہ میں آتا ہے۔ نعوذ باللہ۔

اہل عرنیین کے ساتھ رسالت مآب ﷺ کے سخت موقف کی وجہ:

مخالفین اسلام یہ تو بتاتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اہل عرنیین کے ہاتھ پیر کٹوا دیئے اور آنکھوں میں گرم سلائی پھروادی لیکن اس پورے واقعے کا درست پس منظر چھپا لیتے ہیں بخاری شریف میں واقعہ مذکور ہے: عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ نَاسًا كَانَ بِهِمْ سَقَمٌ، قَالُوا: "يَا رَسُولَ اللهِ آوِنَا وَأَطْعِمْنَا فَلَمَّا صَحُّوا، قَالُوا: إِنَّ الْمَدِينَةَ وَخِمَةٌ، فَأَنْزَلَهُمُ الْحَرَّةَ فِي ذَوْدٍ لَهُ، فَقَالَ: اشْرَبُوا أَلْبَانَهَا، فَلَمَّا صَحُّوا قَتَلُوا رَاعِيَ النَّبِيِّ ﷺ، وَاسْتَاقُوا ذَوْدَهُ، فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ، فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنْهُمْ يَكْدِمُ الْأَرْضَ بِلِسَانِهِ حَتَّى يَمُوتَ۔" (صحيح البخاري، رقم: ٥٦٨٥ كتاب المغازي)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں کو بیماری تھی، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہمیں قیام کی جگہ عنایت فرمادیں اور ہمارے کھانے کا انتظام کردیں پھر جب وہ لوگ تندرست ہوگئے تو انہوں نے کہا کہ مدینہ کی آب و ہوا خراب ہے؛ چناں چہ نبی کریم ﷺ نے مقام حرّہ میں اونٹوں کے ساتھ ان کے قیام کا انتظام کردیا اور فرمایا کہ ان کا دودھ پیو جب وہ تندرست ہوگئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کردیا اور اونٹوں کو ہانک کر لے گئے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے پیچھے آدمی دوڑائے اور وہ پکڑے گئے (جیسا کہ انہوں نے چرواہے کے ساتھ کیا تھا) آپ ﷺ نے بھی ویسا ہی کیا ان کے ہاتھ پاؤں کٹوادیئے اور ان کی آنکھوں میں سلائی پھروادی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ زبان سے زمین چاٹتا تھا اور اسی حالت میں وہ مرگیا۔

غور سے پڑھیے اہل عرنیین کو ملنے والی جس سزا کو مخالفین اسلام نے وحشتنا کی پر محمول کیا اُسے سیاق وسباق کے ساتھ غور کرنے سے دوسرا ہی منظر سامنے آتا ہے' مکمل حدیث کو سامنے رکھ کر سوچیے کہ جن لوگوں کو اللہ کے رسول نے اپنی چراہ گاہ میں

کر دیا، پیٹ بھرنے کے لیے اپنے جانور عطا کیے، انہوں نے آپ کے اس احسان کا بدلہ یہ دیا کہ آپ کے بے گناہ چرواہے کو بے رحیانہ ناحق قتل کر ڈالا، آپ ﷺ کی چراہ گاہ میں فساد مچایا اور اونٹوں کو لے کر بھاگ گیے، ایسے ظالموں اور احسان فراموشوں کو سزا دینا وحشتنا کی نہیں عین انصاف تھا، مزید یہ کہ یہ حکومت سے بغاوت کا کیس تھا، دنیا کی کوئی حکومت اپنے باغیوں کو آزاد نہیں چھوڑتی، مدینہ کی حکومت کی طرف سے اہل عرنیین کے ساتھ معاملہ کی حیثیت "معاملہ بالمثل" (جیسی کرنی ویسی بھرنی) کی سی تھی، اہل عرنیین نے جیسا کیا ویسا بھگتا۔

دیکھا آپ نے کہ مخالفین، اسلام کو ایک وحشیانہ دین ثابت کرنے کے لیے "اہل عرنیین" جیسے ظالموں کو کیسے معصوم بنا کر پیش کرتے ہیں!

غلطی (۳) دلائل باب سے کسی غیر محکم دلیل کو استدلال میں پیش کرنا:

مخالفین اسلام، اسلام کو دہشت گرد اور ظالمانہ دین ثابت کرنے کے لیے ہزاروں دلائل کو نظر انداز کر کے کسی غیر محکم دلیل سے استدلال کرتے ہیں۔

غلطی (۴) دلائل راجحہ معارضہ کا اعتبار نہ کرنا:

(مثال) مذکورہ دونوں قاعدوں کی مثال مذکورہ دعویٰ کے تناظر میں یہ کہ معترضین، اسلام کو وحشیانہ مذہب قرار دیتے ہوئے قرآن و سنت کے ان بہت سے نصوص کو نظر انداز کرتے ہیں جس میں حدودِ جنگ کا بیان ہے، جن میں جنگ کے ضوابط و قواعد کی وضاحت ہے اور جن میں آداب جنگ کی تفصیل ہے، یہ تمام نصوص اسلام میں ایک محکم اور اخلاقی نظام جنگ پیش کرتے ہیں

قسم ثانی (وہ شبہات جو اصل اسلام کے بجائے ثوابت شریعت کے خلاف ہو) پانچ انواع پر مشتمل ہے:

نوع (۱) سنت نبویہ ﷺ سے متعلق شبہات:

سنت نبویہ ﷺ کے متعلق شبہات میں مندرجہ ذیل بنیادی استدلالی لغزشیں پائی جاتی ہیں۔

غلطی (۱) دعویٰ بلا دلیل:

(مثال) چودہ سو سالہ قدامت کی بنیاد پر نصوص دینیہ کا انکار:

بعض لوگ دعویٰ کرتے ہیں "چودہ سو سال پہلے کہے گیے دینی نصوص درست نہیں ہو سکتے، قدامت کی بنیاد پر ان کی صحت کا تحقق ممکن نہیں" اس قسم کا دعویٰ کرنے والے اپنے دعوے کی اثبات پر کوئی دلیل پیش نہیں کرتے، لہٰذا ان کا دعویٰ ساقط الاعتبار ہے۔

غلطی (۲) فی نفسہٖ غیر ثابت دلائل پر نتائج کی بناء رکھنا:

سنت نبویہ پر اعتراض کرتے ہوئے مخالفین اسلام غیر ثابت شدہ اور غیر صحیح دلائل سے استدلال کرتے ہیں۔

(مثال) صدیق اکبرؓ کا مجموعہ حدیث کو جلانا؟:

سنت نبویہ کی حیثیت کو داغدار بنانے کے لیے اور ناقلین احادیث پر سے امت کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانے والے منکرین حدیث، حجیت حدیث کو مشکوک بنانے کے لیے کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانچ سو (۵۰۰ر) احادیث کا مجموعہ تیار کیا تھا لیکن جب صبح ہوئی تو اس کو جلا دیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک احادیث تحریفات کا شکار ہو کر اپنی حجیت کھو چکی تھیں۔

صدیق اکبرؓ کے مجموعۂ احادیث کو نذر آتش کرنے کی حقیقت:

منکرین حدیث نے جس روایت سے استدلال کیا ہے وہ غیر صحیح و غیر ثابت اور جھوٹ کے علاوہ کچھ نہیں، اصل روایت ملاحظہ فرمائیں: جمع أبي الحديث عن رسول

الله صلى الله عليه و سلم فكانت خمسمائة حديث فبات ليلة يتقلب كثيرا قالت : فغمني فقلت تتقلب لشكوى أو لشيء بلغك ؟ فلما أصبح قال : أي بنية هلمي الأحاديث التي عندك فجئته بها فدعا بنار فأحرقها وقال : خشيت أن أموت وهي عندك فيكون فيها أحاديث عن رجل ائتمنه وو ثقت به ولم يكن كما حدثني فأكون قد تقلدت ذلك۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ: "میرے والد ماجد رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث جمع کی تھیں، ان کی تعداد پانچ سو (۵۰۰) تک پہنچتی تھی۔ ایک رات (میرے والد نے) کروٹیں لیتے لیتے گزار دی، میں رنجیدہ ہوئی اور عرض کی: آپ کروٹیں لے رہے ہیں کوئی تکلیف تو نہیں یا پھر کیا وجہ ہے؟ صبح ہوئی فرمایا: اے بیٹی! احادیث کا وہ مجموعہ لاؤ جو تمہارے پاس ہے، میں مجموعہ لائی پھر آپ رضی اللہ عنہ نے آگ منگوائی اور وہ مجموعہ جلا دیا اور فرمایا مجھے خوف ہے کہ میں مر جاؤں اور یہ مجموعہ تمہارے پاس ہی رہ جائے اور اس میں وہ وہ حدیثیں بھی ہوں جن کے راوی پر میں نے بھروسہ اور اعتماد کر لیا ہو اور بات حقیقت میں یوں نہ ہو جیسے اس نے مجھے بیان کی تھی اور یوں غلط بات میں میری تقلید کی جائے۔" (تذکرۃ الحفاظ:۱/۵)

خود حافظ ذہبیؒ نے اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے "هذا غير صحيح" یعنی یہ خبر صحیح نہیں ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ، للذھبی، بیروت:۱/۵)

روایت مذکورہ کو حافظ ذہبی نے حاکم کے حوالے سے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے: "حدثني بكر بن محمد الصيرفي بمرو : أنا محمد بن موسى البربري، أنا مفضل بن غسان، أنا علي بن صالح، أنا موسى بن عبد الله بن حسنبن حسن عن ابراهيم بن عمر بن عبيد الله التيمي : حدثني القاسم بن محمد قالت عائشة۔۔۔۔"

اس روایت کے راویوں میں سے "محمد بن موسیٰ بن حماد" بقول امام دار قطنی "قوی نہیں ہے۔" (سوالات الحاکم للدار قطنی:۲۲۱)

"علی بن صالح" کے بارے میں حافظ ابن کثیر نے کہا: "لا یعرف" یعنی وہ غیر معروف ہے۔ (کنز العمال: ۲۹۲۴)

حافظ ابن حجرؒ کے بقول "علی بن صالح"، "مستور" یعنی "مجہول الحال" ہے۔ (تقریب التہذیب: ۴۷۵۲)

ایک راوی "ابراہیم بن عمر بن عبید اللہ التیمی" ہے، جس کی توثیق نامعلوم ہے۔

حافظ ابن کثیر نے حاکم نیشاپوری کی اس روایت کے بارے میں فرمایا: "ھذا غریب من ھذا الوجہ جداً" یعنی یہ حدیث اس سند سے بہت زیادہ غریب ہے۔ (کنز العمال: ۶۰/ ۲۹۴، رقم: ۲۸۶۱۰)

غلطی (۳) نتائج کی بنیاد ایسے دلائل پر رکھنا جن کو معترضین سے صحیح طور پر نہ سمجھا ہو۔

اس کی مثال اور اس کی وضاحت گذشتہ صفحات میں "کیا نبیذ شراب ہے؟" کے عنوان کے تحت بیان کر دی گئی، وہاں دیکھ لیں

غلطی (۴) دلائل باب سے کسی غیر موضوعی دلیل پر نتیجہ کی بنیاد رکھنا؛ حالاں کہ مضمون تمام دلائل میں غور و فکر کے بعد ہی صحیح طور پر سمجھ میں آتا ہو۔

(مثال) کتابتِ حدیث کی ممانعت والی روایات پر اعتماد کرنا اور ان تمام نصوص کو نظر انداز کر دینا اس کی مثال ہے جو کتابتِ حدیث کی اجازت دیتے ہیں (تفصیل ماقبل میں گذر گئی)۔

غلطی (۵) استدلال کے متعینہ و معیاری منہج کا فقدان، کسی مخصوص باب میں کسی دلیل کا اعتبار کرنا اور دوسرے باب میں اسی دلیل کا انکار کر دینا۔

(مثال) منکرینِ حدیث حجیت حدیث کا انکار کرتے ہوئے، کتابتِ حدیث سے ممانعت والی احادیث سے استدلال کرتے ہیں؛ حالاں کہ منکرین کی مستدل روایات بھی احادیث ہی ہیں اور احادیث منکرینِ سنت کے یہاں غیر معتبر ہیں۔

غلطی(۶) دلیل و مدلول میں عدم تلازم۔

(مثال) منکرین حدیث، حجیت حدیث کے انکار پر ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں جن میں احادیث لکھنے کی ممانعت آئی ہے حالانکہ یہ احادیث کتابت سے ممانعت کو بتاتی ہیں حجیت احادیث کو نہیں (تفصیل گذشتہ صفحات میں گذر چکی)

نوع ثانی (صحابہ کرامؓ سے متعلق شبہات):

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے متعلق اعتراضات و شبہات میں مندرجہ ذیل خامیاں پائی جاتی ہیں۔

غلطی(۱) غیر ثابت و غیر صحیح دلائل پر نتائج کی بنیاد رکھنا۔

(مثال) فاروق اعظمؓ پر کتب خانہ اسکندریہ کو جلا کر خاکستر کرنے کا الزام:

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر ملحدین یہ الزام لگاتے ہیں: کہ "جب مصر کے شہر اسکندریہ کی فتح کے بعد بطلیموس کا عظیم کتب خانہ آپ رضی اللہ عنہ کے حکم پر فاتح مصر سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جلا کر راکھ کر دیا۔" پھر کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے خلیفہ بھی علم و فن کے دشمن تھے - العیاذ باللہ -

فاروق اعظمؓ پر کتب خانۂ اسکندریہ کو جلانے کے الزام کی حقیقت:

ملحدین جس واقعہ کو استدلال میں پیش کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو علم دشمن باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ وہ کہانی در اصل گھڑی ہوئی ہے، اس کہانی کا مستند حوالوں میں سرے سے کوئی ثبوت ہی نہیں ملتا اور نہ ہی کوئی عینی شاہد ہے، عیسائی و مسلم ہر دو طرح کے ماخذ اس کہانی کے ذکر سے خالی ہیں، فتح اسکندریہ (سن:۲۰ ہجری بمطابق ۶۴۱ء) کے وقت "نیقیوس" نامی عیسائی راہب موجود تھا، اُس نے مسلمانوں کے حالات تفصیل سے لکھے؛ لیکن اس کہانی کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

سب سے پہلے اس کہانی کو "عبد اللطیف بغدادی" نے اپنی کتاب "الإفادۃ والاعتبار" میں صیغہ ضعف "یُذکَرُ" (ذکر کیا جاتا ہے) سے نقل کی، بقول "مارکل" یہ صرف علی سبیل التذکرہ معلوم ہوتا ہے، اس سے کوئی غرض نہیں "علامہ شبلی" کہتے ہیں: "یہ کوئی مصدقہ روایت نہیں۔"

سب سے پہلے اس کہانی کو عبد اللطیف نے ہی لکھا ہے، جو کہ واقعۂ مفروضہ سے پانچ سو برس بعد تھا اور یہی زمانی خلا اس واقعے کے جھوٹ ہونے کے لیے کافی ہے، "یوکس (التوفی ۹۴۰ء)" جو دسویں عیسوی میں اسکندریہ کا بطریق تھا، اسی طرح "المکین" جو واقعۂ مفروضہ کے تین سو برس بعد تھا، اِن دونوں متعصب عیسائیوں نے اسکندریہ کی فتح کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں؛ لیکن واقعۂ مفروضہ کا ذکر نہیں کیا، "مؤرخ قفطی (التوفی:۶۴۶ء)" نے یہ واقعہ اپنی کتاب "أخبار العلماء باخبر الحکماء (ص:۲۶۵)" میں عبد اللطیف کی کتاب سے ہی نقل کیا ہے، اس کہانی کا مدار "یحییٰ نحوی" نامی شخص ہے "ابن ندیم" کی کتاب "الفہرست" کے لاطینی انڈیکس میں "وان گستاؤ" نے اِسے "یحییٰ فلیپونس" لکھا ہے، جس کے بارے میں عیسائی محققین متفق ہیں کہ وہ ۵۷۰ء کے بعد زندہ نہیں رہا، جب کہ فتح اسکندریہ کا واقعہ ۶۴۱ء میں پیش آیا، گویا جسے واقعے کے گواہ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، وہ مفروضہ واقعے کے رونُما ہونے سے ۷۰ رسال پہلے ہی مر چکا تھا۔

"غریغوریس، ابو الفرج بن ہارون، المعروف بابن العبری (التوفی: ۶۸۵ھ)" نے اپنی کتاب "کتابُ الدُّوَل (ص:۱۱۴)" میں اس کہانی کو نقل کیا ہے، "ابو الفرج" نے تاریخ پر ایک مفصل کتاب (Chronicon syriacum) لاطینی زبان میں لکھی تھی، اس میں اس کہانی کا کہیں پتہ نہیں ہے؛ حالاں کہ "کتابُ الدُّوَل" اسی کتاب کا اختصار ہے۔

"علامہ شبلیؒ" کہتے ہیں: کہ "ممکن ہے کہ یہ الحاقات میں سے ہو یا خود ابو الفرج نے بڑھا دیا ہو، جو کچھ بھی ہو، بہر حال یہ کہانی تاریخی اعتبار سے ثابت نہیں۔"

ابو الفرج نے بھی ہوا میں لٹھ چلائے ہیں، واقعے کے ثبوت میں کوئی دلیل نہیں دی، ابوالفرج نے یہ قصہ یحییٰ نحوی کے حوالے سے گھڑا ہے، جو خود مجہول ہے، ان تین چار لوگوں کے علاوہ کسی بھی مؤرخ نے اس کہانی کی طرف اشارہ تک نہیں کیا، بس گنے چُنے مذکورہ تین چار حضرات اس واقعے کو ذکر کرتے ہیں، کوئی صیغہ ضعف سے بیان کر دیتا ہے، تو کوئی ہو بہو اسے نقل کر دیتا ہے تو کوئی مجہول راوی پر اعتماد کر لیتا ہے، پس اس واقعۂ مفروضہ کی حقیقت یہی ہے اسی لیے علامہ شبلیؒ کہتے ہیں: ”حقیقت یہ ہے کہ اس کتب خانہ کو خود عیسائیوں نے برباد کیا تھا اور بڑے بڑے پیشوایان مذہب اس کی بربادی میں شامل تھے، اس وقت تو یہ امر فخر کا باعث تھا؛ لیکن جب کسی قدر تہذیب وشائستگی کا دور آیا، تو یورپ نے دیکھا کہ اس کے دامن پر یہ بہت بڑا بدنُما داغ ہے، اس کو مٹانے کی سوائے اس کے کوئی تدبیر نہ تھی کہ یہ الزام کسی اور قوم کے سر منڈھا جائے، مسلمانوں نے جب مصر واسکندریہ فتح کیا، تو کتب خانہ مذکور کا وہاں نام ونشان بھی نہ تھا، متعصب عیسائیوں نے اس گم شدگی کو فاتحانِ اسلام کی طرف منسوب کر دیا۔ (مضمون ”کتب خانہ اسکندریہ“ ص:٦، از شبلی نعمانیؒ)

اس بات کا اعتراف کہ عیسائیوں نے کتب خانہ جلایا؛ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا نے ان الفاظ میں کیا ہے:

These institiutions survived until the main museum and library were destroyed during the civil war of the 3rd century AD; a subsidiary library was burned by Christians in AD 391. (I/479)

یہ ادارے اس وقت تک آباد رہے جب تک کہ مرکزی عجائب گھر اور لائبریری تیسری صدی عیسوی کی خانہ جنگی کے دوران تباہ نہ ہو گئی۔ ایک ذیلی لائبریری کو عیسائیوں نے ۳۹۱ء میں جلا دیا تھا۔

اگر چہ ''انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا'' غیر ضروری طور پر کتب خانہ کے جلائے جانے کو مسلمانوں کی طرف بھی منسوب کرتا ہے؛ لیکن اِن سب کا ماخذ عبد اللطیف بغدادی ہے، جس کی حقیقت ہم بیان کر چکے۔

مزید تفصیل کے لیے علامہ شبلیؒ کا مضمون ''کتب خانہ اسکندریہ'' دیکھ لیا جائے۔

غلطی (۲): باب واحد سے متعلق دلائل سے کسی غیر موضوعی دلیل پر اعتماد کرنا، محکم کے بجائے متشابہ سے استدلال کرنا۔

(مثال) دشمنانِ صحابہ ان نصوص کی بنیاد پر، جن میں بعض صحابہ کرامؓ کی لغزشوں کا بیان ہے، صحابہ کرامؓ کو طعن و تشنیع اور تنقید کا نشانہ بناتے ہیں؛ لیکن صحابہ کرام کی فضیلت میں وارد ہونے والے نصوصِ قرآن وسنت کو چھوڑ دیتے ہیں۔

غلطی (۳) اہل السنت والجماعت کے عقیدہ کو صحیح طور پر نہ سمجھنا۔

بہت سے اعتراضات اس وجہ سے پیدا ہوتے ہیں؛ کیوں کہ معترضین نے صحابہ کرام کے تعلق سے اہل سنّت والجماعت کے عقیدہ و قول کو کما حقہٗ نہیں سمجھا ہوتا ہے؛ چناں چہ آپ دیکھیں گے کہ بعض ناواقف کہتے ہیں کہ اہل سنّت والجماعت عصمت صحابہ کے قائل ہیں؛ حالاں کہ اہل سنّت والجماعت انبیاء کے علاوہ کسی کو معصوم نہیں مانتے؛ بلکہ اہل سنّت والجماعت صحابہ کرام کی عدالت اور بقیہ امت پر ان کی فضیلت و تقدم کے قائل ہیں اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام سب کے سب مغفور اور خدا و رسول کے چنندہ بندے ہیں۔

نوعِ ثالث (اجماعِ امت سے متعلق شبہات):

اجماع کے متعلق شبہات میں مندرجہ ذیل بنیادی استدلالی لغزشیں پائی جاتی ہیں:

غلطی (۱): مضمون کی درست فہم مجموعہ دلائل کو سامنے رکھے بغیر ناممکن ہوتی ہے؛ لیکن معترض کسی ایک دلیل کو بنیاد بنا کر فیصلہ صادر کر دیتا ہے۔

(مثال) اجماع کی شرعی حیثیت کو مخدوش کرنے کی کوشش:

بعض لوگ اجماع کی حجیت شرعی کا انکار کرتے ہیں اور لوگوں میں اجماعِ امت کے تعلق سے شبہات پھیلانے کی غرض سے کہتے ہیں کہ "امام احمد بن حنبلؒ" بھی اجماع کی حجیت کے منکر تھے، اس سلسلے میں وہ امام احمد بن حنبلؒ کا مندرجہ قول پیش کرتے ہیں:

من ادعی الاجماع فقد کذب و مایدریہ و الناس قد اختلفوا۔

"جو شخص اِجماع کا دعویٰ کرے، اس نے جھوٹ بولا؛ کیوں کہ وہ نہیں جانتا کہ ہو سکتا ہے کہ لوگوں نے اختلاف کیا ہو۔"

کیا امام احمد بن حنبلؒ منکر اجماع تھے؟:

مذکورہ مثال میں منکرینِ اجماع نے، اجماع کے حجت نہ ہونے پر امام احمد بن حنبلؒ کے ایک غیر محکم قول سے استدلال کیا ہے اور ان بے شمار اقوال کو نظر انداز کر دیا، جو واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ اجماع کی حجیت کے نہ صرف قائل تھے؛ بلکہ بے شمار مسائل میں اجماع سے استدلال بھی پکڑتے تھے، چناں چہ امام ابو داوٗد سجستانی "مسائل الامام احمد" میں بیان کیا ہے: قیل له: إن فلانا قال: قرائة فاتحة الكتاب -يعني خلف الإمام- مخصوص من قوله تعالى: "وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَه۔" (الأعراف: ۲۰۴) فقال: عمن يقول هذا؟ أجمع الناس أن هذه الآية فی الصلاة۔

امام ابو داوٗدؒ فرماتے ہیں: کہ امام احمد بن حنبلؒ سے کہا گیا کہ ایک شخص کا کہنا ہے کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا اللہ تعالیٰ کے اِس قول سے خاص کر لیا گیا ہے (جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو!)، (یعنی ایک شخص کہتا ہے کہ سورہ اَعراف کی مذکورہ آیت امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے سے متعلق نہیں، گویا امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے)، تو امام محترم نے فرمایا: (یہ بات) وہ شخص کس کے حوالے سے کہتا ہے؟

حالاں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ مذکورہ آیت کریمہ نماز کے سلسلے میں (نازل ہوئی) ہیں۔ (مسائل الامام احمد روایۃ أبي داؤد السجستاني: ٤٨)

"بيع الدين بالدين" کے سلسلے میں امام احمدؒ کے قول کے مطابق کوئی صحیح حدیث نہیں ہے؛ لیکن چوں کہ اس بیع کے عدمِ جواز پر بقول امام احمدؒ اجماع ہو گیا ہے، اسی لیے یہ بیع ناجائز ہے۔ (المغنی: ۸ر۷۴)

پس امام احمدؒ کے اجماع کی حجیت کے سلسلے میں واضح اقوال کو چھوڑ کر غیر واضح قول کو دلیل بنالینا ہی استدلالی غلطی ہے۔

امام احمدؒ کے قول "من ادعى الاجماع فقد كذب" کی صحیح توجیہ:

امام احمد بن حنبلؒ نے اجماع کے تعلق سے جب مذکورہ بات ارشاد فرمائی، اس وقت آپ "بشر بن غیاث المریسی" اور "الأصم" نام کے دو گمراہوں سے محوِ خطاب تھے یا ان دونوں کا رد فرما رہے تھے؛ چناں چہ امام محترم کے حوالے سے "صاحب المحلی" نے مذکورہ بات ذکر کر کے اس با کی بھی وضاحت کر دی کہ "اجماع کا دعویٰ "بشر المریسی" اور "اَصم" نے کیا ہے "من ادعى الاجماع فقد كذب و ما يدريه و الناس قد اختلفوا! هذه أخبار الاصم و بشر المريسي۔ (المحلى: ٢٤٦/٣)" گویا امام محترم خاص دو لوگوں کو کسی مخصوص مسئلے میں اجماع کے دعوے میں جھوٹا قرار دے رہے ہیں، یعنی آپ کی مراد مطلقاً اجماع کی نفی نہیں۔

اب آیئے دیکھتے ہیں کہ مذکورہ دونوں شخص کون تھے؟

حافظ ابن حجر "لسان المیزان (۲ر۳۴)" لکھتے ہیں: "بشر بن غياث المريسي مبتدع ضال، لا ينبغي أن يروى عنه۔"

یعنی "بشر بن غیاث المریسی بدعتی اور گمراہ شخص ہے، اس سے کچھ روایت نہ کیا جائے۔"

خطیب بغدادیؒ نے لکھا ہے: ”حكي عنه أقوال شنيعة أساء أهل العلم قولهم فيه، وكفره أكثرهم لأجلها.. قال أبو زرعة الرازي: بشر المريسي زنديق.. وكان إبراهيم بن المهدي لما غلب على الخليفة ببغداد حبس بشرا وجمع الفقهاء على مناظرته في بدعته.. وقال هارون الرشيد أنه قال: بلغني أن بشراً يقول: القرآن مخلوق، علي إن أظفرني الله به أن أقتله. ونقل عنه أنه كان ينكر عذاب القبر وسؤال الملكين والصراط والميزان۔“

بشر المریسی سے بہت سی گھٹیا باتیں نقل کی گئی ہیں جن کو اہلِ علم نے برا جانا اور ان باتوں کی وجہ سے اکثر اہل علم نے اس کی تکفیر بھی کی ہے، ابو زرعہ رازیؒ کہتے ہیں :"بشر المریسی" زندیق ہے" جب ابراہیم مہدی بغداد میں خلیفہ ہوا تو اس نے بشر کو قید کر لیا اور علماء کو اس سے اس کی بدعت کے سلسلے میں مناظرے کے لیے جمع کیا، ہارون رشید نے کہا کہ اس نے کہا: کہ ”مجھے خبر پہنچی ہے کہ بشر المریسی قرآن کو مخلوق کہتا ہے، اگر اللہ کی توفیق سے میں بشر کو پکڑ لیتا ہوں تو اسے قتل کر دوں گا۔“

وہ عذاب قبر، منکر نکیر کے سوال، پل صراط اور میزان کا انکار کرتا تھا۔

دوسرا شخص ”الأصم“ ہے، یہ شخص فرقۂ معتزلہ کا گرو گھنٹال تھا اور قرآن کو مخلوق کہتا تھا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ کا مذکورہ قول ایک خاص تناظر میں خاص مسئلہ سے تعلق رکھتا ہے، بشر اور الأصم جیسے لوگ اپنے گمراہ عقائد (خلق قرآن وغیرہ) پر اجماع کا دعویٰ کرتے تھے، امام احمد بن حنبل نے ان لوگوں کو بنیاد بنا کر فرمایا: کہ ”جو (خلق قرآن پر) اجماع کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔“

ہماری بات کی تائید حافظ ابن رجبؒ کے قول سے بھی ہوتی ہے، آپ نے فرمایا: ”وأما ما روي من قول الإمام أحمد: من ادعى الإجماع فقد كذب" فهو إنما قال إنكارا على فقهاء المعتزلة الذين يدّعون إجماع الناس على ما يقولونه، وكانوا أقل الناس معرفة بأقوال الصحابة والتابعين۔“

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مذکورہ قول ان معتزلی فقہاء کا رد کرتا ہے، جو اپنے مزعومہ عقائد پر اجماع کا دعویٰ کرتے تھے؛ حالاں کہ انہیں اقوال صحابہ و تابعین کی بہت کم معلومات تھی۔ (شرح الترمذی ۱۹/۸۹)

غلطی (۲) دلیل و مدلول میں عدم تلازم:

(مثال) امام احمد بن حنبلؒ کے مذکورہ قول کی ایک دوسری توجیہ بھی ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ کے قول کی مراد حجیت اجماع کی نفی نہیں ہے؛ بلکہ آپؒ غایت ورع اور حد درجہ احتیاط کے پیش نظر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اجماع محل دعویٰ نہیں۔

امام محمد بن الحسن البدخشي نے فرمایا: "وأما قول أحمد: "من ادّعى الإجماع فهو كاذب كأنه استبعد الاطلاع عليه ممن يدعيه دون أن يعلمه غيره، لا إنكار حجته)." (شرح منهاج الوصول إلى علم الأصول ۲/۶۱۳)

امام احمدؒ کے قول کی توجیہ یہ ہے کہ آپ نے اجماع پر اطلاع کو مستبعد سمجھا، اس شخص کے لیے، جو اجماع کا دعویٰ کرے، یہ مطلب نہیں کہ اجماع کو دوسرا کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی حجیت اجماع سے انکار مقصود ہے۔

امام ابن ہمامؒ نے "التحرير في أصول الفقه (ص:٤٥)" میں فرمایا: ويحمل قول أحمد: "من ادعاه –أي الإجماع– كاذب" على استبعاد انفراد اطلاع ناقله عليه؛ إذ لو لم يكن كاذباً، لنقله غيره أيضاً، كما يشهد به لفظه في رواية ابنه عبد الله.. لا إنكار تحقق الإجماع في نفس الأمر..... قال هذا في حق من ليس له معرفة بخلاف السلف؛ لأن أحمد أطلق القول بحجة الإجماع في مواضع كثيرة۔

یعنی امام احمد بن حنبلؒ کا قول اس بات پر محمول ہے کہ آپ نے اجماع پر تنہا ناقل اجماع کے واقف ہونے کو مستبعد سمجھا، اس لیے کہ اگر وہ جھوٹا نہ ہوتا، تو (اسی خاص مسئلہ میں) اس کے علاوہ کوئی اور بھی اجماع نقل کرتا (جب کہ ناقل تنہا اجماع نقل کر رہا ہے) اس (توجیہ) کی شاہد امام محترم کے وہ الفاظ ہیں، جو آپ کے بیٹے نے

مذکورہ قول نقل کرتے ہوئے لکھے ہیں، گویا امام محترم کا مقصود "نفس الأمر" میں اجماع کے تحقق کا انکار نہیں، امام محترم کا مذکورہ قول اس شخص کے حق میں ہے، جس کو علم و معرفت سے کچھ لینا دینا نہ ہو، سلف کے حق میں نہیں؛ کیوں کہ امام محترم نے بہت سی جگہوں پر حجیت اجماع کے قول کی صراحت کی ہے۔

گویا دونوں باتوں میں تلازم نہیں، اجماع کے محلِّ دعویٰ نہ ہونے سے حجیت اجماع کی نفی لازم نہیں آتی۔

نوعِ رابع (حدودِ شرعیہ سے متعلق شبہات):

حدود شریعت سے متعلق شبہات میں مندرجہ ذیل بنیادی استدلالی اخطا پائی جاتی ہیں۔

غلطی (۱) دلیل کی تشریح سیاق وسباق کے مخالف کرنا:

(مثال) حد رجم کا انکار:

منکرین حدیث اور ماڈرن اسلامک اسکالرز حد رجم کا انکار کرتے ہوئے قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ فَاِذَآ اُحۡصِنَّ فَاِنۡ اَتَيۡنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيۡهِنَّ نِصۡفُ مَا عَلَى الۡمُحۡصَنٰتِ مِنَ الۡعَذَابِ۔ (سورۃ النسآء:)

پھر اگر (باندیاں) نکاح میں آکر بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں، تو جو سزا آزاد عورتوں (معترضین کے مطابق شادی شدہ عورتوں) کے لیے ہے اس کی آدھی اُن کو (دی جائے)۔

منکرین رجم آیت میں "المحصنات" کی تفسیر "المتزوجات" سے کرتے ہیں، اب آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ شادی شدہ عورتیں اگر زنا کرتی ہیں، تو انہیں سو کوڑے لگائے جاتے ہیں، لہٰذا شادی ہو جانے کے بعد زنا کرنے پر باندیوں کو سو کے بجائے پچاس کوڑے لگائے جائیں گے؛ کیوں کہ کوڑوں کی سزا کا ہی نصف ہو سکتا ہے نہ کہ رجم کی سزا کا۔

حالاں کہ "المحصنات" کی تفسیر "المتزوجات" سے کرنا آیت کے سیاق سے خلاف ہے؛ کیوں کہ آیت کا شروع حصہ واضح طور پر بیان کر رہا ہے کہ "المحصنات" سے مراد آزاد عورتیں ہیں نہ کہ شادی شدہ عورتیں؛ چناں چہ تفسیر ابن کثیر میں ہے "محصنات" سے مراد وہ ہیں، جو الف لام ہے وہ عہد کا ہے، یعنی وہ محصنات، جن کا بیان آیت کے شروع میں ہے:
"وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ۔ (سورۃ النسآء:)"
ترجمہ: "اور جو شخص تم میں سے مومن آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو مومن باندیوں میں ہی سے، جو تمہارے قبضے میں آگئی ہوں، نکاح کر لے۔" میں مذکور ہے اور مراد صرف آزاد عورتیں ہیں، اس وقت یہاں آزاد عورتوں کے نکاح کے مسائل کی بحث نہیں، بحث یہ ہے کہ (شادی سے قبل) آزاد عورتوں پر زناکاری کی جو سزا تھی، اس سے آدھی سزا اُن باندیوں پر ہے، جو نکاح کے بعد زنا میں مبتلا ہو گئیں، لہٰذا معلوم ہوا کہ آیت میں اس سزا کا ذکر ہے، جو آدھی ہو سکتی ہو اور وہ کوڑے ہیں کہ سو سے آدھے پچاس رہ جائیں گے، جب کہ "رجم" یعنی سنگسار کرنا ایسی سزا ہے، جس کے حصے نہیں ہو سکتے۔

غلطی (۲) ایک دلیل پر نتیجہ کی بنیاد رکھنا اور بقیہ دلائل کو چھوڑ دینا۔

(مثال) اسلامی سزاؤں کا انکار:

منکرینِ حدیث بہت سے اسلامی حدود و تعزیرات کو اسلام کا حصہ نہیں مانتے اور آیتِ کریمہ: "لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔" (کہ دین میں زور زبردستی نہیں ہے۔) سے بہت سی اسلامی سزاؤں، مثلاً: مرتد کی سزا کا انکار کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ مرتد کو سزا دینا، گویا اسے اسلام پر مجبور کرنا ہے، جس کی آیتِ کریمہ میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔

حالاں کہ آیتِ کریمہ سے اس طرح کا نتیجہ نکالنا، باب میں وارد ان تمام نصوص کو لغو قرار دینے کے مانند ہے، جو اِکراہ کے حدود متعین کرتی ہیں۔

حدِّ زنا میں اِجبار بر عِفّت مضمر ہے:

مثلاً: زانی کو کوڑے مارنے کی سزا کو ہی لے لیجیے، منکرینِ حدیث بھی زانی کی سزا کو منصوص مانتے ہیں؛ کیوں کہ قرآن میں بیان ہوئی ہے، کون کہہ سکتا ہے کہ قانون میں زانی کی سزا کا ہونا لوگوں کو عفت وپاک دامنی اختیار کرنے پر مجبور نہیں کرتا؟ زانی کی سزا میں بھی مِن وَجہِ اِکرَاہ پایا جارہا ہے؛ لیکن کیا کہیے کہ جب عقل ماری جاتی ہے، تو بے سروپا کے استدلال سوجھتے ہیں۔

باعتبار دلیل اصولی غلطیاں:

سابقہ صفحات میں شبہات جدیدہ کے اعتبار سے بنیادی غلطیوں کی نشان دہی کی گئی تھی، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب دلیل کے بنیادی تین اقسام میں ہونے والی غلطیاں سپرد قرطاس کردی جائیں؛ لیکن اُس سے قبل دلیل کی قسمیں لکھ دینا مناسب ہے:

اقسام دلیل:

دلیل کی تین قسمیں ہیں: (۱) دلیل نقلی (۲) دلیل عقلی اور (۳) دلیلِ حِسّی یا تجربی۔

دلیل کی اقسامِ ثلاثہ میں وہ تمام غلطیاں پائی جاسکتی ہیں، جن کا ذکر گذشتہ صفحات میں ہوا؛ چناں چہ ان شبہات میں، جن کی بنیاد دلیل خبری و نقلی پر معترضین نے رکھی ہو زیادہ تر پانچ بنیادی غلطیاں پائی جاتی ہیں۔

دلیل نقلی پر مبنی شبہات میں پائی جانے والی غلطیاں:

(۱) دلیل کا ثابت نہ ہونا، (۲) باب میں وارد تمام دلائل کو جمع نہ کرنا، (۳) منہج استدلال میں کسی معیار پر قائم نہ رہنا، (۴) دلیل و مدلول میں تلازم کی نسبت کا نہ ہونا اور (۵) معارض راجح کا اعتبار نہ کرنا۔

امثلہ گذشتہ صفحات میں دیکھ لی جائیں۔

دلیل عقلی پر مبنی شبہات میں پائی جانے والی غالب غلطیاں:

ان شبہات میں جو عقلی دلیل پر قائم ہوتے ہیں زیادہ تر تین اصولی غلطیاں پائی جاتی ہیں۔

غلطی (۱) فساد قدمات:

معترضین و مشککین جن عقلی مقدمات پر اپنے دعاوی کی بنیاد رکھتے ہیں، غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ مقدمات فاسد ہیں؛ چناں چہ ایسا ہمیشہ ہوتا ہے کہ ملحدین خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی صفات کے سلسلے میں گفتگو کے دوران خالق کو مخلوق پر قیاس کرکے اعتراض کرتے ہیں۔

مثال (۱): ملحدین کا یہ کہنا کہ "جب اللہ تعالیٰ کو بندوں کی عبادتوں کا نہ کوئی فائدہ نہیں اور نہ اس کو عبادتوں کی ضرورت، تو کیوں وہ عبادت کا حکم کرتا ہے؟" فسادِ مقدمہ کی دلیل ہے؛ کیوں کہ خدا تعالیٰ کے حق میں حاجت و ضرورت اور انتفاع و فرض کرلینا، خالق کو مخلوق پر قیاس فاسد کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔

مثال (۲): ملحدین کہتے ہیں کہ "اگر خدا موجود ہوتا، تو زندگی نہایت خوش گوار ہوتی اور مصائب وہ آلام کا کوئی وجود نہ ہوتا۔"

یہ قول بھی فاسد مقدمات پر مبنی ہے۔

(۳) ملحدین کہتے ہیں کہ "جب ہر موجود کا کوئی موجد ہے، تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ کا بھی کوئی موجد ہو؛ کیوں کہ اللہ بھی موجود ہے۔

اس استدلال میں مقدمہ (ہر موجود کا موجد ہوتا ہے) باطل ہے، اسی لیے مسلم متکلمین ہر حادث کا محدث مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات حادث نہیں کہ اس کا کوئی محدث ہو۔

غلطی (۲) باب میں وارد تمام دلائل کو جمع نہ کرنا:

یہ غلطی وجودِ خدا کا انکار کرتے ہوئے ملحدین کے اکثر استدلالوں میں پائی جاتی ہے؛ چناں چہ وہ خدا تعالیٰ کے وجود کا انکار کرتے ہوئے بعض ضعیف عقلی افتراضات

سے استدلال کرتے ہیں اور اِن صحیح و قوی ترین عقلی دلائل کا انکار کر دیتے ہیں، جو واضح طور پر خدا تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتی ہیں۔

خدا کے انکار پر جو بھی عقلی دلیل دی جائے گی اس میں مذکورہ استدلالی غلطیوں میں سے کوئی ایک ضرور پائی جائے گی، اگر منکرین، وجودِ خدا تعالیٰ کے باب میں انصاف کے ساتھ غور و فکر کریں، تو کبھی بھی اپنے جھوٹے دعوے پر ضعیف دلیلوں سے حُجّت نہ پکڑیں۔

غلطی (۳) اہل ایمان کے قول کے درست مفہوم کو نہ سمجھنا:

ملحدین ''تفسیر مالا یرضَی قائِلُہ'' کا شکار رہتے ہیں، اہلِ ایمان کے کسی نظریہ کی غلط تشریح و تفسیر کرتے ہیں اور پھر اسی محرف نظریہ کے بطلان پر دلیل قائم کرتے ہیں

(مثال) معجزات انبیاء کا انکار:

منحرفین، معجزات کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک عصا کی ضرب سے سمندر میں راستے بن جائیں یا کوئی انسان اپنی جسمانی طاقت سے ایک ہی رات میں آسمانوں پر چڑھ جائے، یہ عقلاً اس کا تصور محال ہے۔

اس اعتراض کا سبب اہلِ ایمان کے معجزہ کے مفہوم کو صحیح طور پر نہ سمجھنا ہے، ہم بھی مانتے ہیں کہ خلافِ عادت اُمور کا کسی فردِ بشر سے سرزد ہونا عقلاً محال ہے؛ لیکن معجزہ کہتے ہی اس خلافِ عادت اَمر کو ہیں، جو اللہ تعالیٰ کسی نبی کے ہاتھوں پر دکھاتا ہے، پس اس طرح خلاف عادت امر کسی انسان کے لیے ممکن نہیں؛ لیکن اس خدا کے لیے ممکن ہے، جو کائنات کی تخلیق وہ تدبیر کرتا ہے، معجزے میں نبی کی سعی وہ کوشش کو کوئی دخل نہیں ہوتا؛ بلکہ معجزہ اس ذات کے حکم سے نبی کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتا ہے، جو ہر چیز پر قادر ہے۔

تجرباتی دلیل پر مبنی شبہات میں بنیادی اخطائ:

ان شبہات میں جن کا مدار تجرباتی دلائل ہوتے ہیں، مندرجہ ذیل بنیادی خطائیں پائی جاتی ہیں:

خطا(۱)عدمِ ثبوتِ دلیل:

اکثر و بیشتر وجودِ خدا پر اعتراض کرنے والے، چند نظریات یا غیر ثابت شدہ فرضیات سے استدلال کرتے ہیں، ان کے بعض دلائل کی حیثیت تو افتراضات و تخمینات کی سی ہوتی ہے، متعدد کائنات (ملٹی پل یونیورس) کا تخمینہ اس کی بہترین مثال ہے، جب کہ بعض دلائل اگرچہ "مؤید بالقرائن" ہوتے ہیں؛ تاہم وہ ظن و گمان کے دائرے میں آتے ہیں، انہیں حقائق اور فیکٹس نہیں کہا جاسکتا، مزید بر آں یہ ظنیات اپنے سے زیادہ راجح دلائل کے معارض بھی ہوسکتے ہیں، نظریہ تطور و ارتقاء اس کی مثال ہے، لہٰذا مسلم مجادل کو مشککین سے گفتگو کے دوران ان تمام باریکیوں کا خوب خیال رکھنا چاہیے۔

خطا(۲) دلیل و مدلول میں عدم تلازم:

(مثال) سائنسی تحقیقات سے خدا کے عدم پر استدلال:

ملحدین چند سائنسی تحقیقات سے خدا کے عدم پر استدلال کرتے ہیں؛ لیکن اگر ان نظریات میں غور و فکر کیا جائے، تو خدا کے عدم پر کوئی ایک اشارہ بھی نہیں ہوتا، زیادہ سے زیادہ یہ تحقیقات کائنات کی پیچیدگیوں اور اس کے کام کرنے کے طریقوں کو واضح کرتی ہیں، یہی ہے دلیل و مدلول (نتیجہ) کے درمیان نسبت تلازم کا نہ ہونا۔

خطا(۳) منہج استدلال میں کسی متعینہ معیار کی عدم پابندی:

ملحدینُ اکثر اس بات کی وضاحت کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ ذریعۂ علم صرف مشاہدہ و تجربہ ہے، اُن کے نزدیک الہام و وحی تو چھوڑیے، نقل و عقل بھی ذرائع علم نہیں ہیں: لیکن یہی ملحدین اپنی دہریت اور انکارِ خدا پر دلائل تجربیہ کے بجائے عقلی دلائل سے استدلال کرتے ہیں، اگر یہ لوگ چند تجرباتی نظریات سے استدلال کرتے بھی ہیں، تو ازراہِ استنباط، اور استنباطِ عقلی ہے نہ کہ تجرباتی۔

(۴)معارض راجح کا عدم اعتبار:

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جس دلیلِ تجربی سے منکرینِ خدا استدلال کرتے ہیں، وہ ظنی ہوتی ہے اور یہ ظنی دلیل اُسی باب میں اہل حق کی جانب سے پیش کی جانے والی کسی قطعی دلیل کے معارض ہوتی ہے؛ لیکن منکرینِ خدا اہل حق کی قطعی دلیل کا اعتبار نہیں کرتے، اپنے شبہات و اعتراضات ایسے پیش کرتے ہیں، گویا متعلقہ باب میں ان کی پیش کردہ دلیل کے معارض کوئی قوی دلیل ہی نہیں ہے، واضح رہے کہ اہلِ حق کی جانب سے پیش کردہ دلیل تجرباتی بھی ہو سکتی ہے اور نقلی و عقلی بھی۔

(مثال) نظریہ ارتقاء سے انکار خدا پر استدلال کرنا:

نظریۂ ارتقاء سے عدمِ خدا پر استدلال کیا جاتا ہے؛ حالاں کہ یہ نظریۂ ظنی ہے، جب کہ وجودِ خدا کے دلائل قطعی ہیں، اُس کے باوجود کج رو ملحدین ان دلائل کا اعتبار نہیں کرتے۔

□□□

علم سے انسان کو آگاہی و شعور حاصل ہوتا ہے، اسی طرح درست عقائد اور صحیح اعمال کو جاننے کے لیے بھی صحیح علم کا ہونا ضروری ہے، اسی لیے جب آدمی کے پاس اسلام کے تعلق سے کوئی سوال آئے، تو فوراً مستند علماء کرام کی جانب رجوع کرنا چاہیے۔

بابِ چہارم

دورانِ گفتگو ملحدین و معترضین کی جانب سے
استعمال کیے جانے والے حیلوں، حربوں اور
مغالطوں کا بیان اور اُن سے تعامُل کا طریقہ

الحادی حربے و حیلے:

منحرف، افکار و خیالات کے حاملین، دورانِ گفتگو اپنے دلائل کی کمزوری و بے بضاعتی کی وجہ سے سامعین اور خود فریق مسلم کو دھوکہ دینے کے لیے بہت سے حیلے استعمال کرتے ہیں، جن کا جاننا نہایت ضروری ہے؛ چناں چہ چند حیلے اختصار کے ساتھ آیندہ سطور میں بیان کیے جارہے ہیں۔

قضیہ سالبہ کو بغیر ثبوت کے اصل باور کرانا:

دورانِ مناظرہ، ملحدین کی جانب سے استعمال کیے جانے والا پہلا حیلہ یہ ہے کہ وہ کسی چیز کے انکار کو اصل باور کراتے ہیں اور اصل کو تسلیم کرنا ضروری ہے، جس کو ثابت کرنے کے لیے کسی دلیل کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، بالفاظِ دیگر قضیہ سالبہ بلادلیل ہی ثابت ہوتا ہے۔

اصل وجود خدا یا عدم؟ بار ثبوت کس پر؟:

ملحدین کہتے ہیں کہ "اصل خدا تعالیٰ کا عدم ہے، لہٰذا جو اس کے برعکس یعنی خدا کے وجود کا مدعی ہے، دلیل بھی اسی کے ذمے ہے۔" حالاں کہ وجودِ خدا اصل ہے، لہٰذا جو خدا تعالیٰ کے عدم وجود کا مدعی ہے، دلیل و برہان اسی کے ذمے ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ خدا تعالیٰ کا وجود اصل کیوں ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ عقل کائنات کے وجود کو بغیر کسی واجب الوجود کے محال قرار دیتی ہے، کوئی عقل مند یہ دعویٰ کیسے کر سکتا ہے کہ کائنات کا نیست سے ہست میں آنا اتفاقی امر تھا اور کائنات کا بغیر کسی صانع کے موجود ہونا اصل کی حیثیت رکھتا ہے اور جب کہ ہم اپنی کھلی آنکھوں سے کائنات کا نظم و نسق دیکھ رہے ہیں، بھلا عقل کیسے اس بات کو ممکن قرار دے سکتی ہے کہ کائنات کا کوئی صانع نہ ہو؛ بلکہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ خدا تعالیٰ کے وجود پر دلالت کر رہا ہے؛ لہٰذا جو وجودِ خدا کو مانتا ہے، دلیل اُس کے ذمے نہیں؛ بلکہ اُس اصل کے برعکس دعویٰ

کرنے والے پر ہی دلیل کا بار آتا ہے، اگر ملحدین متذکرہ حیلے کا استعمال کریں، تو فوراً مذکورہ وضاحت کر دینی چاہیے۔

عمیق فقرات پیش کرتے وقت ابہام اختیار کرنا:

بعض مرتبہ فریقِ مخالف کو فلسفہ میں دسترس حاصل ہوتی ہے، اسی لیے مسلم فریق کو نیچے دکھانے اور سادہ لوح عوام کو یہ باور کرانے کے لیے کہ مسلمان فریق علم و عقل کے اعتبار سے اُن کی سطح کا نہیں ہے، فریقِ مخالف نہایت عمیق فقرے اور گہرے فلسفیانہ تصورات نہایت مبہم جملوں میں پیش کرتا ہے، معترضین کے اس حیلے سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسلم فریق اُنہیں ہر مبہم جملے پر روک کر پوچھے کہ فلاں جملے سے آپ کی کیا مراد ہے؟ جب تک وہ اپنی مراد کی ایسی وضاحت نہ کر دیں، جو مختلف توجیہات کو قبول نہ کرے، گفتگو آگے نہیں بڑھانی چاہیے، فریقِ مخالف کے سامنے گفتگو کے شرائط کی وضاحت کرتے ہوئے یہ بھی بتا دیا جائے کہ وہ واضح زبان کا استعمال کرے گا، جو متعدد معانی کی متحمل نہ ہو۔

اجمال:

"اجمال" ایک مشہور مغالطہ ہے، جو معترضین، مکالموں و مباحثوں کے درمیان استعمال کرتے ہیں؛ چناں چہ جب اُنہیں لگتا ہے کہ اہلِ حق کا ترجمان، اسلام کا دفاع اور الحادی الزامات وہ اعتراضات کا رَد بحسن و خوبی انجام دے رہا ہے اور اس کی جانب سے اُٹھائے جانے والا سوال نہایت قوی ہے، تو وہ جواب کو گول مول کر دیتے ہیں، یا جواب کے نام پر ایک دو جملے بولتے ہیں اور راہِ فرار اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس حیلے سے بچنے کے لیے مباحثہ کا کوئی حکم ہونا ضروری ہے۔

مادرِ علمی، دار العلوم دیوبند میں "انجمن تقویت الاسلام / شعبۂ مناظرہ" کے تحت ہفتہ واری، ششماہی اور سالانہ مشقی پروگرام ہوتے ہیں اور ہر پروگرام میں ایک

حکم بنایا جاتا ہے، جیسے ہی ایک فریق دوسرے فریق کے سوالات کو گول مول کرنے کی کوشش کرتا ہے، حکم صاحب اُسے روکتے ہیں اور جوابات کا مکلف بناتے ہیں۔

اطناب مُمل:

ملحد بطورِ حیلہ بہت لمبی گفتگو کرتا ہے، سوال و جواب کے دوران درازِئ گفتگو، سُستی اور بوریت کا باعث بنتی ہے، جب غور کیا جاتا ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے پوری گفتگو میں صرف دو تین نکات ہی رکھے ہیں، ملحد ایسا اسلیے کرتا ہے؛ کیوں کہ طویل کلام کو اول وہلہ میں بعض سادہ لوح قوتِ دلیل کی علامت سمجھتے ہیں، لہٰذا اہلِ حق کے ترجمان کو اس کی گفتگو سننے کے بعد فوراً متنبہ کر دینا چاہیے کہ فریق مخالف نے وقت ضائع کیا ہے، جو باتیں چند جملوں میں کہی جا سکتی تھیں، اس کے لیے ایک لمبا وقت لے لیا؛ تا کہ لوگ مغالطے میں پڑ جائیں۔

طے شدہ موضوع سے ہٹنا:

نتیجہ خیز گفتگو جس استحکام و استقلال کی متقاضی ہے، اسے ختم کرنے کے لیے دورانِ گفتگو فریق مخالف بار بار طے شدہ موضوع سے ہٹتا ہے، گفتگو کا رُخ موڑنے کے لیے کئی ایک موضوعات کو اُٹھاتا ہے، مثلاً: مباحثہ وجودِ باری تعالیٰ پر ہوتا ہے؛ لیکن وہ اس متعینہ موضوع پر نہ رہ کر نہایت چابک دستی سے، قضا و قدر، جنت و جہنم فرشتے و جنات اور حفاظتِ قرآن و حجیت سنت وغیرہ موضوعات سے متعلق گفتگو کرنا شروع کر دیتا ہے اور اتنے سوالات کرتا ہے کہ مسلم مجادل کے لیے کم وقت میں تمام سوالات کے جوابات دینا ناممکن سا ہو جاتا ہے؛ چناں چہ ایسی صورت میں اہلِ باطل یہ مشہور کر دیتے ہیں کہ ہمارا ترجمان مسلمانوں کے گھر میں گھُس کر اُنہیں شکست دے کر آیا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ مسلم محاور اِس حیلے کے تعلق سے بیدار رہے، جیسے ہی فریق مخالف موضوع سے ہٹ کر گفتگو کرنے کی کوشش کرے، فوراً اُسے ٹوکے اور ماڈریٹر کو اعلان

کر دینا چاہیے کہ اسلام مخالف فریق کے ترجمان کی گفتگو کا اصل موضوع سے کوئی تعلق نہیں۔

انجان بننا:

دورانِ گفتگو، ملحدین و معترضین، مسلم فریق کی جانب سے پیش کیے جانے والے بہت سے افکارات انجان بننے کی کوشش کرتے ہیں، ایسا وہ اسلیے کرتے ہیں؛ تاکہ مسلم فریق کے پیش کردہ سوالات میں سے جس کا چاہیں جواب دیں اور جس سوال کے جواب میں دشواری محسوس ہو اسے چھوڑ دیں، اسی لیے قبل مناظرہ یہ اصول طے کر لیا جائے کہ مخالف متعینہ موضوع سے متعلق کوئی بھی نقطہ تشنہ نہیں چھوڑے گا اور ہر سوال کا جواب دے گا۔

کسی فروعی مسئلے پر توجہ مرکوز کرنا:

بہت سے ملحدین صرف فروعی مسائل پر گفتگو کرنا پسند کرتے ہیں، جس سے مقصد عوام الناس کے عقائد کو متزلزل کرنا ہوتا ہے، اصولیات پر وہ کبھی گفتگو نہیں کرتے خاص طور پر اس وقت جب انہیں لگتا ہے کہ مسلم محاور قرآن وسنت کا عمیق علم نہیں رکھتا، اسی لیے ضروری ہے کہ کسی بھی ملحد سے فروعی مسائل پر اسی وقت گفتگو کی جائے جب کہ اصولی مسائل پر گفتگو ہو چکی ہو۔

اسلامی کتب کے گہرے مطالعے کا دعویٰ:

بعض ملحدین بڑی ہی شدمد سے دورانِ گفتگو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے اسلامی کتابوں کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہے، اس دعوے کا مقصد ترجمان اہلِ حق کو مرعوب کر کے احساس کم تری کا شکار بنانا ہوتا ہے، ملحدین کے اس جھوٹ کو بے نقاب کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ دورانِ گفتگو اس سے کہیں کہ "آپ کو معلوم نہیں فلاں عالم نے اپنی کتاب میں یہ بات لکھی ہے۔"، پھر انتظار کریں اگر وہ بات کو سچ مان لیتا ہے

کہ فلاں بات فلاں مصنف نے لکھی ہے، تو سمجھ جایئے کہ اُس کا جھوٹ پکڑا گیا اور اُس کے دعوے کی پول کھل گئی۔

مستشرقین و نصاریٰ کے شبہات کی چوری:

بر صغیر میں جو ملحدین و معترضین پائے جاتے ہیں، اُن کے پاس اسلام کے خلاف ایسا مواد موجود ہی نہیں ہے، جو اُنھوں نے اپنے مطالعے کے نتیجے میں حاصل کیا ہو؛ بلکہ ہر اعتراض اور ہر شبہ مستشرقین و نصاریٰ کی اسلام مخالف کتابوں کا چربہ ہوتا ہے، اگر ملحدین و معترضین کو علم و معرفت کا دعویٰ ہے، اس کے باوجود وہ مستشرقین و نصاریٰ کی کتابوں سے چوری کر کے شبہات پیش کر رہے ہیں، تو مسلم محاور کو اس کی چوری کی پول کھول دینی چاہیے؛ تاکہ وہ خود سے شبہات و اعتراضات پیدا کر کے مباحثہ کرنے پر مجبور ہو جائے، اگر ایسا ہو جاتا ہے، تو مسلم محاور کے لیے مباحثہ آسان ہو جائے گا؛ کیوں کہ ملحدین کی عقلیں اتنی بلند نہیں ہوتیں کہ مستشرقین و نصاریٰ کو چھوڑ کر از خود اپنے پیدا کردہ نتائج سے گفتگو کر سکے۔

اسلامی اعتقادات و احکامات کا استہزاء کرنا:

بعض ملحدین کا مباحثہ سے مقصد اسلام کے تئیں اپنے دِلی بُغض، حسد و کینہ اور تعصب کا اظہار ہوتا ہے، اسی لیے وہ دورانِ گفتگو اسلامی عقائد و احکامات کا مزاق اُڑاتے ہیں، اسلام و پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی شانِ اَقدس میں گُستاخیاں کرتے ہیں، اُنھیں آدابِ گفتگو کا ذرا بھی پاس نہیں ہوتا، نہ وہ علمی گفتگو کرنے کی سکت رکھتے ہیں، لہٰذا جب ملحدین گستاخانہ رَوَیّہ اختیار کریں، تو اُن کے ساتھ گفتگو موقوف کر دینی چاہیے؛ کیوں کہ قرآن و سنت میں ایسی مجلسوں میں بیٹھنے کی ممانعت آئی ہے جہاں اسلامی تعلیمات کا استہزاء کیا جارہا ہو؛ چناں چہ قرآن مجید میں ہے: وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا

حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا۔ (سورۃ النساء: ۱۴۰)

اور بیشک (اللہ نے) تم پر کتاب میں یہ (حکم) نازل فرمایا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جارہا ہے اور اُن کا مذاق اُڑایا جارہا ہے، تو تم اُن لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ (انکار اور تمسخر کو چھوڑ کر) کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں، ورنہ تم بھی اُنہی جیسے ہو جاؤ گے، بیشک اللہ، منافقوں اور کافروں سب کو دوزخ میں جمع کرنے والا ہے۔.

اسلامی تصنیفات کے نام پر تلبیس:

علمی طور پر کمزور ملحدین اکثر اس حیلہ کا استعمال کرتے ہیں، اپنی دعوے کو پختہ کرنے کے لیے وہ کہتے ہیں کہ فلاں کتاب کے فلاں صفحہ سے رجوع کیا جائے، اکثر و بیشتر جب ملحدین اس طرح کا حیلہ استعمال کرتے ہیں، تو مسلم فریق یہ جانچنے کا تکلف نہیں کرتے ہیں، کیا واقعی فلاں کتاب کے فلاں صفحے پر ایسی کوئی بات لکھی ہوئی بھی ہے کہ نہیں، جو ملحد کے دعوے کی تائید کرتی ہے؟ حالاں کہ ملحدین پر حوالوں کے معاملے میں بھروسہ کرنا بہت بڑی غلطی ہے، لہٰذا ملحدین سے کہا جائے کہ جس اسلامی کتاب سے آپ نے اقتباس نقل کیا ہے، اُس کا حوالہ درکار ہے یا اَز خُود کتاب کی جانب رُجوع کرے، اگر ملحدین کا حوالہ درست ہے تو سیاق وسباق کے ساتھ پڑھے اور دوسرے باب میں بیان کردہ استدلالی مراحل کی پیروی کرے۔

اگر حوالہ غلط ہو تو "علی رؤوس الاشہاد" ملحد کے جھوٹ کو بے نقاب کردے؛ تاکہ اِس قسم کے جُھوٹے لوگوں سے اُن کے سادہ لوح متبعین کا اعتماد زائل ہو جائے۔

سائنسدانوں اور سائنسی نظریات کے نام پر جھوٹ:

بعض ملحدین خود سے کچھ نظریات کا اختراع کرکے اُنہیں کسی بھی مفروضہ سائنسدان کی جانب منسوب کردیتے ہیں، مثلاً: وہ کہتے ہیں کہ بایولوجسٹ "رابرٹ

پیٹرن" نے فلاں نظریہ دیا (نظریہ کا نام بھی گھڑتے ہیں)؛ حالاں کہ نہ تو اس نظریہ کا کہیں وجود ہوتا ہے اور نہ ہی اس بایولوجسٹ کا۔

مسلم مجادل کو چاہیے کہ ایسی صورت میں ملحد سے دلیل و مصدر کا مطالبہ کرے، اگر وہ دلیل و مصدر پیش کرنے سے قاصر ہے تو سمجھ جایئے کہ اس نے تلبیس سے کام لیا ہے اور اگر اس کا پیش کردہ حوالہ درست ہے، تو مسلم مجادل اولاً تجرباتی و مشاہداتی علم کے حدود بیان کرے، بعدہٗ سائنسی نظریہ اور سائنسی حقیقت کے درمیان فرق کو واضح کرے۔

تمت بالخير في الشهر المبارك: ۲۰/ذو الحجة/۱۴۴۴ھ

وفي بداية الأمر ونهايته أسأل الله تعالى أن يجعل هذا الكتاب ذخراً للمدافعين عن دينه وشريعته وللمصنفين المؤمنين استفدت منهم، ثم أسأله أن يجعله ذخراً لي عنده۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَصَلَّى اللهُ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ۔

لا تنسوا في دعواتكم المستجابة

محمد جنید قاسمی

۲۰/ذوالحجہ ۱۴۴۴ھ

مطابق ۹/جولائی ۲۰۲۳ء

بہ روز سنیچر بعد نماز عصر
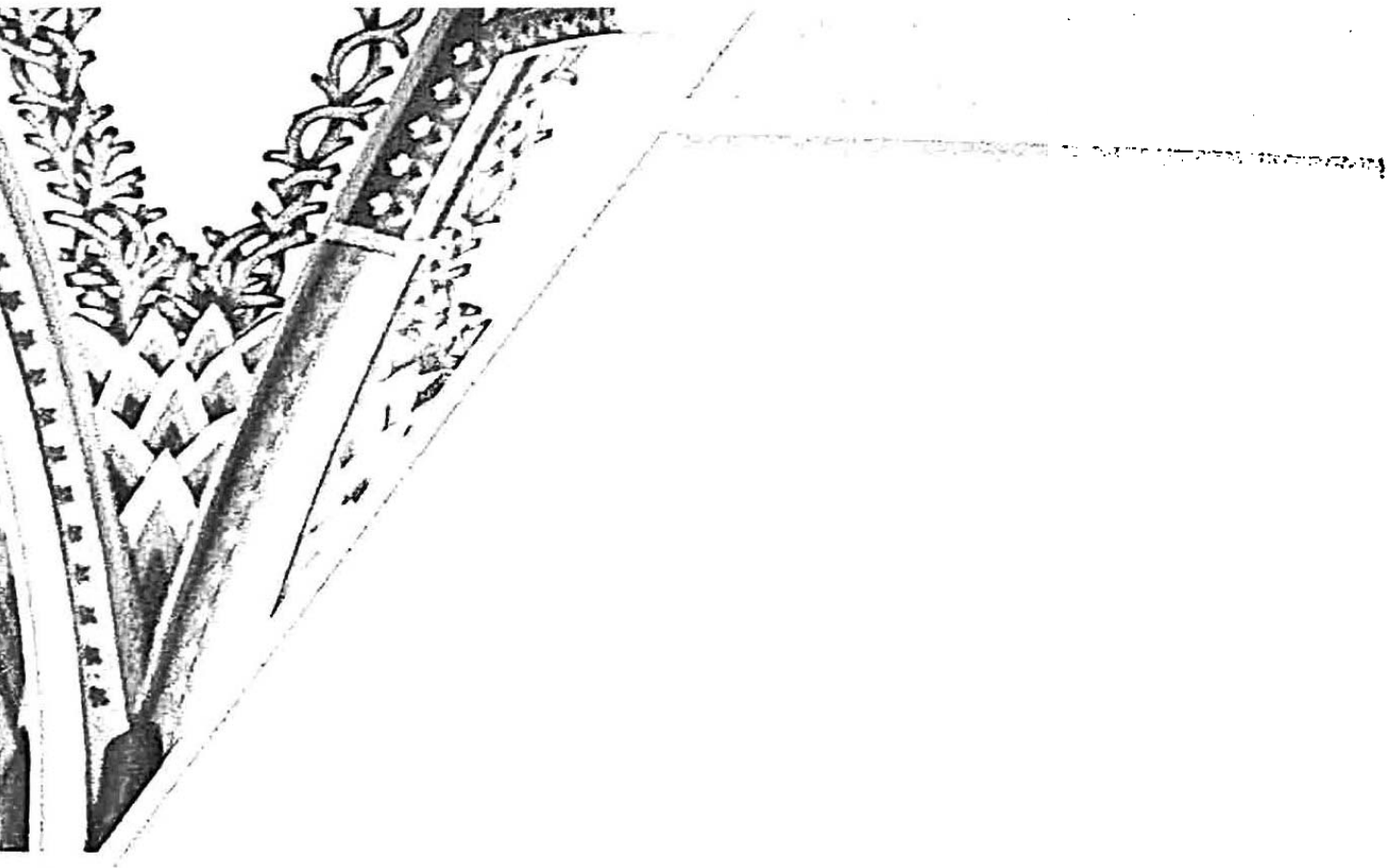
DEOBAND, DIST. SAHARANPUR, U.P. (INDIA) PIN-247554
Mobile: 9412557658, 9997520332 Phone: 01336-222558
Email : nadimulwajidi@gmail.com